INTERNATIONAL URDU MONTHLY
KHILAFAT-E-RASHDA
Faisalabad Pakistan.

کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور تفرقہ نہ ڈالو"

ماہنامہ سپاہ صحابہ پاکستان کا ترجمان

خلافت راشدہ

ستمبر 1998ء
فیصل آباد پاکستان

بانی سپاہ صحابہ امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

ثانی ؒ شہید ملت اسلامیہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

پاکستان میں شریعت کا نفاذ کیا واقعی؟

قائد سپاہ صحابہؓ
جانشین فاروقی شہید حضرت مولانا
علی شیر حیدری
ایک روشن ستارہ

دستور سازی کی
جدوجہد میں
علماء کا کردار

ایک ہوں مسلم
حرم کی
پاسبانی کیلئے

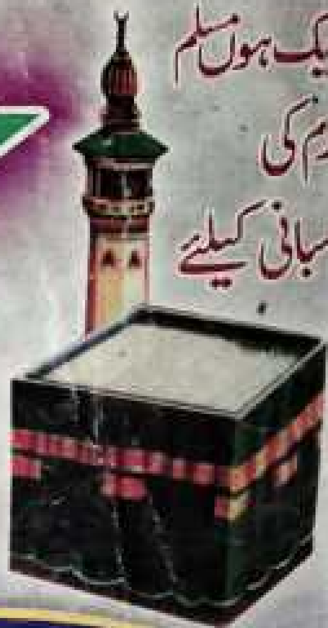

سزائے موت کے قیدی کا پیغام
علماءِ مفتیان
سندھ کے نام

6 ستمبر
یوم تاسیس سپاہ صحابہؓ

اشہ دیکھنے والو — تماشہ خود نہ بن جانا

امریکہ کے نقش قدم پر

صدا دے گی تو حشر ہو گا

ہر دور کے جابر و آمر اور ہر زمانہ کے فرعون و ہامان نے اپنا تمام تر زور اور حکومتی قوت و طاقت اس بات پر صرف کر دی کہ کوئی شخص بھی اس کی مرضی اور منشا کے خلاف کلمہ حق بلند نہ کر سکے تاکہ ان کے خود ساختہ نظریات پر آنچ نہ آئے۔ ان حکمرانوں کو اگر کہیں سے یہ بھنک بھی پڑ گئی کہ موسیٰ وقت پیدا ہونے والا ہے تو انہوں نے لاکھوں معصوم بچوں کو اس عالم رنگ و بو میں پہلا سانس لیتے ہی قتل کرا دیا۔ اگر ان تک خبر پہنچی کہ فلاں شہر میں بغاوت کی چنگاری بھڑکنے لگی ہے تو انہوں نے تمام شہر کو جلا کر راکھ کر دیا کسی نے اگر ان کی کھوپڑی میں یہ بات ڈال دی کہ یہ علم و عرفان کی درسگاہیں اور فکر و آگہی کے دانش کدے ایسی نسل تیار کر رہے ہیں جو اندھیروں میں ٹکریں مارنے والے جانوروں کی طرح بادشاہ وقت کی "بے گار" میں مصروف رہنے والی قوم کو برابری کی بنیاد پر جینے کے اصول سکھا دیں گے اور پھر ڈیرے داروں کے "حقے" کی آگ بھرنے والا کوئی نہ ہو گا تو ان خدا کہلانے والے شاہوں اور جاگیرداروں نے علمی ادارے پیوند خاک کرانے سے بھی گریز نہ کیا لیکن دوسری طرف ایک نظام قدرت بھی قدم قدم پر انسانوں کو اپنی بے پناہ طاقت و حکمت کے فیصلوں سے روشناس کراتا چلا آ رہا ہے۔ وہ طاقت و قوت کا سرچشمہ اصل موسیٰ کو فرعون ہی کے گھر میں' ابراہیم کو آزر ہی کی آغوش میں پروان چڑھا کر بتلاتا ہے کہ "اپنی جفاؤں پہ ناز کرنے والو!"

ذرا میرے خدائی کے انوکھے انداز دیکھو! تم نہیں جانتے ہو تو جان لو میں وہ ہوں جو مچھروں سے نمرود کو مروا دیتا ہوں اور ابابیلوں سے ہاتھیوں کو ذرہ ذرہ کرا دیتا ہوں اور مینڈکوں اور خون و جوؤں کے عذاب سے فرعون اور اس کی قوم کی عقل ٹھکانے لے آتا ہوں۔

ہاں ہاں! میں وہی ہوں جو یوسف کو کنعان کے کنوئیں سے اٹھا کر مصر کے تخت پر لاتا ہوں اور مکہ کے در یتیم کو شعب ابی طالب سے نکال کر فاتح مکہ بنا کر دکھاتا ہوں۔

وقت کے حاکمو! فرعون کی صفات اور چنگیز کے کردار اپنانے والے ظالمو! حق کے قافلے رکنے کے لئے نہیں چلا کرتے۔ صداقت کے پرچم سرنگوں ہونے کے لئے نہیں لہرایا کرتے۔ سچائی کے علمبردار تشدد و بربریت سے خوف زدہ ہو کر کذب و دجل کی دلدل میں نہیں اترا کرتے دین حق کے پاسدار کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں نہیں گرا کرتے۔ توحید رب کے پرستار شرک کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوا کرتے۔ اور آستانوں پر سجدہ ریز نہیں ہوا کرتے۔

عشاق رسول' ابو جہل و بولہب کی ذریت کی ستمکاریوں کا شکار ہو کر بھی دامن رسول کو نہیں چھوڑا کرتے۔ امہات المومنین کے فرزند اپنی ماؤں کے تقدس کی حفاظت کرتے ہوئے گھبرایا نہیں کرتے۔ اصحاب رسول کے رضاکار و سپاہی اپنے نصب العین اور مشن سے انحراف نہیں کیا کرتے۔ تم بہت تجربہ کر چکے ہو مزید کر دیکھو۔ تم بہت ظلم ڈھا چکے ہو کوئی اور حربہ باقی ہے تو آزما دیکھو۔ تم نے سپاہ صحابہ کے قائدین و کارکنوں کے لاشے اٹھتے دیکھے ہیں۔ تم نے ٹارچر سیلوں میں زندہ انسانوں کے چمڑے ادھڑتے دیکھے ہیں۔ تم نے گولیوں سے سینے چھلنی ہوتے دیکھے ہیں۔ تم نے بموں سے معصوم لوگ زخمی ہوتے دیکھے ہیں۔ تم نے قید تنہائی میں بے گناہ تڑپا لئے ہیں۔ تم نے ظلم کے تمام حربے آزما لئے ہیں۔

پھر تم ہی کہو! ہاں ہاں میں تم سے پوچھتا ہوں تم جواب دو! کیا تمہارے ان تمام ناپاک منصوبوں کے بعد' تمہارے ان تمام انتقامی ہتھکنڈوں کے بعد تمہارے ستم کے تمام شکنجوں کے کسے جانے کے بعد' تمہارے زہریلے دانتوں سے بے گناہوں کے ڈسے جانے کے بعد' کوئی ایک بھی ایسا نوجوان ہے؟ ہاں ہاں تمہیں چیلنج کر کے کہتا ہوں کوئی ایک ایسا بچہ ہے؟ جو یہ کہنے پر تیار ہو گیا ہو کہ میں مشن جھنگوی چھوڑتا ہوں۔ میں سپاہ صحابہ سے ناطہ توڑتا ہوں۔ میں کفر کو ایمان کہتا ہوں۔ میں ظلمت کو ضیاء کہتا ہوں۔ میں غلاظت کو صفا کہتا ہوں۔

نہیں نہیں ہرگز نہیں! تم ایسا ایک بچہ بھی نہیں لا سکتے ہو تو پھر اپنی ناکامی کا اعتراف تمہیں آج نہیں تو کل کرنا ہو گا۔ بالآخر تمہیں اس راہ ظلم سے مڑنا ہو گا۔ لیکن تم جب اپنے کئے پہ پچھتاؤ گے اور انداز پہ شرماؤ گے۔ اس وقت پانی سر سے گزر چکا ہو گا۔ پھر تم تماشہ روزگار ہو گے۔ وقت تمہارے ہاتھوں سے نکل چکا ہو گا۔ لہذا تم بہت ہی خوار ہو گے۔

شاید تم اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہو اور تاریخ کے سبق سے آشنا نہیں ہو کہ تم ہی جیسوں سے کسی شاعر نے کہا تھا۔

بجھا سکو تو دیا بجھا دو دیا سکو تو صدا دبا دو
دیا بجھے گا تو سحر ہو گی صدا دبے گی تو حشر ہو گا

والسلام...... تمہارا نافرمان

محمد اعظم طارق

رات پونے بارہ بجے اٹک جیل

ماہنامہ

غلبہ اسلام کی جدوجہد خلافت راشدہ کا نفاذ ناموس صحابہ کے تحفظ کا علمبردار

خلافت راشدہ

فیصل آباد (پاکستان)

بانی :۔ شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمان فاروقیؒ

بیاد

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ

جلد نمبر 9

شمارہ نمبر 9

زیر سرپرستی :۔ علامہ علی شیر حیدری، مولانا محمد اعظم طارق

چیف ایڈیٹر : انجینئر طاہر محمود

ایڈیٹر : ایس - اے صدیقی

سرکولیشن منیجر : عبدالغفار سلیم

مجلس مشاورت

مولانا ضیاء القاسمی، شیخ حاکم علی، شیخ محمد اشفاق، علامہ شعیب، نعیم محمد یوسف مجاہد
مولانا مجیب الرحمان انقلابی، مولانا علی اکبر بیگ، مولانا فیاض الرحمان حیدری
مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا ایاز محمد ناصر، مفتی عبدالباقی، ارشد محمود (امریکہ)
مولانا محمد صدیق بڑاروی (انڈونیشیا)، مولانا عبداللہ گل (سعودی عرب)
حافظ عبدالحمید (قطر)، قاری امان اللہ (سعودی عرب)، عبدالرحمان (نیویارک)
ڈاکٹر عطاء الرحمان فاروقی (سعودی)، حبیب الرحمان (بنگلہ دیش)
مولانا مسعود الرحمان (چارسدہ)، قاضی طاہر الہاشمی (ہری پور)، مولانا عبدالغفور ندیم (کراچی)
مولانا عبداللطیف معتصم (کینیڈا)، مولانا محمد احمد مدنی (کراچی)

مجلس ادارت

مولانا محمد ...، مولانا ...، مولانا ... الرحمان ...
مولانا محمود الرشید ... اقبال

قانونی مشیر

محمد سلیم ... ایڈووکیٹ، حافظ محمد ... ایڈووکیٹ

بدل اشتراک سالانہ

اندرون ملک: 144 روپے، متحدہ عرب امارات: 100 درہم، امریکہ: 150 ڈالر
سعودی عرب: 150 ریال، ...: 25 ...، بنگلہ دیش: 200 ...

اس شمارے میں

	مضامین	صفحہ
1	اداریہ	4
2	6 ستمبر	8
3	سیدنا صدیق اکبرؓ	11
4	تاریخ تدوین قرآن مجید	13
5	سیدنا زید بن حارثہ	20
6	دستور سازی میں علماء کا کردار	22
7	علامہ علی شیر حیدری کا خطاب	26
8	علامہ علی شیر حیدری ایک روشن ستارہ	29
9	سزائے موت کے قیدی کا پیغام	30
10	مصنوعی تہذیبیں	33
11	ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے	35
12	فحاشی اور عریانی کے خلاف جہاد کیجئے	37
13	اسلام میں ڈاڑھی کا مقام	39

ترسیل زر وخط وکتابت کے لئے: دفتر ماہنامہ "خلافت راشدہ" ریلوے روڈ فیصل آباد فون نمبر 640024

قیمت

اکاؤنٹ: حافظ عبدالغفار انور 3-776 الائیڈ بنک، ریجنسی پلازہ فیصل آباد

12/ روپے

انجینئر طاہر محمود نے اسود پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "خلافت راشدہ" ریلوے روڈ فیصل آباد سے شائع کیا

افضل الجهاد کلمتہ الحق عند سلطان جائر

پاکستان میں نفاذ شریعت! کیا واقعی؟

کلمتہ الحق

۲۸۔ اگست کو وزیر اعظم پاکستان محترم محمد نواز شریف صاحب نے قومی اسمبلی میں "قرآن و سنت سپریم لاء" کے عنوان سے پندرھواں ترمیمی بل پیش کر کے ملک و قوم کی نظریں ان تمام چھوٹے موٹے مسائل سے ہٹا کر نفاذ شریعت جیسے اہم مسئلے پر مرکوز کرا دیں۔ جن کی بناء پر موصوف کا اقتدار یقیناً روبہ زوال تھا۔ یہ وہ دن تھے جب صوبہ سندھ میں ایم کیو ایم کی حکومت سے علیحدگی کے بعد ۲۸ نشستوں سے محرومی کے سبب مسلم لیگی حکومت ڈانواں ڈول تھی کیونکہ کل ایک سو آٹھ کے ایوان میں مسلم لیگ کے پاس اپنے دیگر علاقائی اتحادیوں سمیت صرف ۴۶ نشستیں باقی رہ گئی تھیں اور حکومتی پارٹی اکثریت سے اقلیت میں بدل چکی تھی۔ ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی وغیرہ مل کر نہایت آسانی سے مسلم لیگی حکومت کا دھڑن تختہ کر سکتی تھیں۔

صوبہ سرحد میں مسلم لیگی حکومت کے حلیف پانچ آزاد وزراء نے بے اختیاری کی شکایت کی بناء پر اپنے استعفے صوبائی وزیر تعلیم پیر محمد کے پاس جمع کرا دیے تھے۔ خود پیر محمد سمیت ان استعفوں کی تعداد 6 بنتی ہے جبکہ عوامی نیشنل پارٹی پہلے ہی مسلم لیگ سے علیحدہ ہو چکی تھی اور اس وقت حزب اختلاف چار مزید ارکان کو ساتھ ملا کر سادہ اکثریت کے ساتھ حکومت بنانے کی پوزیشن میں ہے۔

صوبہ بلوچستان میں بھی مسلم لیگی حکومت بحران کا شکار تھی کہ جناب اکبر بگٹی صاحب کی جمہوری وطن پارٹی نے موصوف کو تازہ تازہ طلاق بائنہ سے نوازا تھا۔ انہی دنوں مالاکنڈ سے جناب صوفی محمد صاحب نے ملک بھر میں تحریک نفاذ شریعت جاری کرنے کا عندیہ دیا جبکہ جماعت اسلامی بھی اسی عنوان سے جاگتے۔ کس کر ایک بار پھر دھرنا سیاست کو زندہ کرنے چل پڑی۔ سپاہ صحابہ نے بھی اپنے بے گناہ اسیر قائدین کی رہائی کے لئے ملک بھر میں ڈویژنل سطح پر کانفرنسوں اور 24 ستمبر کو لاہور میں احتجاجی جلسہ اور جلوس کا اعلان کر دیا۔ ادھر خدا کا کرنا یوں ہوا کہ جنسی سکینڈل میں ملوث امریکی آبرو باختہ صدر کلنٹن نے افغانستان اور سوڈان پر میزائیل داغ دیئے۔ افغانستان پر داغے گئے میزائل پاکستان کی فضائی حدود کی کھلم کھلا خلاف ورزی کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ جبکہ بعض میزائیل پاکستان کی حدود میں بھی گرے تھے۔ جن کی نشاندھی کرنے پر دو افسران کو فوری سزا سے نوازا گیا۔ پھر خدا معلوم کہ کس بناء پر محترم وزیر اعظم کو امریکہ سے معذرت بھی کرنی پڑی۔ اس پر بھی سیاسی جماعتوں نے تلخی کا مظاہرہ کیا۔ ان حالات کی بناء پر حسب روایت جناب وزیر اعظم پاکستان کوئی ایسا بڑا قدم اٹھانے یا بالفاظ دیگر کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دینے پر مجبور ہو گئے تھے، جس کے وزن کے نیچے باقی تمام مسائل دب کر رہ جاتے۔

چنانچہ 28 اگست کو قومی اسمبلی کے ایوان میں وزیر اعظم کے شعلہ نوا خطاب کے بعد وزیر پارلیمانی امور جب محمد یٰسین وٹو صاحب نے وزیر اعظم کی طرف سے قرآن و سنت سپریم لاء ترمیمی بل ایوان میں پیش کر دیا۔ جس میں کہا گیا ہے۔

"(۱)..... قرآن پاک اور پیغمبر پاک ﷺ کی سنت پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہو گا۔

تشریح:.... کسی مسلمان فرقے کے پرسنل لاء پر اس شق کے اطلاق میں "قرآن و سنت" کی عبارت کا مفہوم وہی ہو گا جو اس فرقے کی طرف سے توضیح شدہ قرآن و سنت کا ہے"۔

(2)..... وفاقی حکومت کی یہ ذمہ داری ہو گی کہ وہ شریعت کے نفاذ کے لئے اقدام کرے، صلوٰۃ قائم کرے، زکوٰۃ کا اہتمام کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی یہ تعین کرنا کہ کیا صحیح اور اسے روکنا جو غلط ہے) کو فروغ دے۔ ہر سطح پر بد عنوانی کا خاتمہ کرے۔ اور اسلام کے اصولوں کی مطابقت میں، جیسا کہ قرآن و سنت میں موجود ہے، حقیقی سماجی معاشی انصاف فراہم کرے"۔

یہ ہے وہ شریعت بل جس کے ایوان میں پیش ہوتے ہی وزیر اعظم کی توقع کے عین مطابق عوامی اور دینی حلقوں سے موصوف کے حق میں ایک بار پھر حمایت کا غلغلہ بلند ہو چکا ہے۔ سیاسی اور صحافتی حلقوں سے موافقت اور مخالفت کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ باقی تمام مسائل پس منظر میں چلے گئے ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ بل اس وقت پیش کیا گیا ہے جبکہ آئین پاکستان کے تحت قومی اسمبلی اور سینٹ کے ایوانوں سے اس بل کی منظوری ناممکن ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس وقت حکومت کو دو تہائی اکثریت حاصل نہیں رہی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ بل اسی حکمت کے تحت ہی پیش کیا گیا ہو کہ دو تہائی اکثریت نہ ملنے کے باعث منظور بھی نہ ہو سکے' اور پیش کرنے کا کریڈٹ بھی جناب وزیر اعظم کو حاصل ہو جائے تاکہ آئندہ انتخابی مہمات میں عوامی حمایت کے ذریعے اقتدار کے حصول میں بھی حربے کے طور پر استعمال ہو سکے۔

ہم جناب وزیر اعظم کی نیت پر شک نہیں کرتے' اور یہ سمجھتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی فاسق و فاجر اور ظالم و جابر انسان سے بھی اپنے دین متین کی ترویج و تنفیذ کا کام لے سکتے ہیں۔ نفاذ شریعت ہمارے دلوں کی آواز بلکہ ہماری تمام تر جدوکاوش کا محور ہے اور ہم شروع سے نفاذ شریعت بطرز خلافت راشدہ کا مطالبہ کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن ہمیں وزیر اعظم صاحب کے شریعت بل کی پہلی شق کی تشریح پر اعتراض ہے' جس میں کہا گیا ہے کہ'

"کسی مسلمان فرقے کے پرسنل لاء پر اس شق کے اطلاق میں "قرآن وسنت" کی عبارت کا وہی مفہوم ہو گا جو اس فرقے کی طرف سے توضیح شدہ قرآن وسنت کا ہے"

ہمارے خیال میں اب یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ ملک عزیز میں ایک اقلیتی گروہ ایسا بھی موجود ہے جو خود کو مسلمان کہتا ہے' لیکن اسلام کے بالکل متوازی ایک علیحدہ مذہب و نظریئے کا حامل ہے۔ یہ گروہ قرآن وسنت کی نہ صرف پوری امت سے علیحدہ اور متوازی تشریح و توضیح کا قائل ہے' بلکہ اس کے نزدیک موجودہ "قرآن و سنت" تو محض خواب و خیال ہیں۔ اس قرآن میں تحریف و تغیر کے پہاڑ کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ یہ قرآن مجید شراب خور خلفاء کا بدلا ہوا قرآن ہے" (معاذ اللہ) نیز اس گروہ نے "سنت" اور حدیث نبوی ﷺ کے اس مجموعے کو یکسر مسترد کر دیا ہوا ہے جس پر اس فرقے کے علاوہ پوری امت اعتماد کرتی ہے۔ بدقسمتی سے اس گروہ کا سرغنہ جناب وزیر اعظم کا حلیف بھی ہے' بناء بر ایں صاف لفظوں میں ہم اس شریعت بل کی حمایت اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ اس کی پہلی شق کی تشریح کو بایں الفاظ تبدیل نہ کیا جائے۔

"مسلمان کہلانے والے کسی بھی فرقے کے پرسنل لاء پر اس شق کے اطلاق میں قرآن وسنت کی عبارت کا وہی مفہوم ہو گا جو امت کے سواد اعظم (جو کہ عالمی سطح پر یقیناً "اہل سنت والجماعت ہی ہیں) کی طرف سے توضیح شدہ قرآن وسنت کا ہے"

ساتھ ہی ہم اہل سنت والجماعت کہلانے والے تمام مکاتب فکر' دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث جماعت اسلامی وغیرہ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ ارباب اقتدار کی اس تشریح کو نظرانداز نہ کریں' ورنہ سب پچھتائیں گے' کیونکہ اسلام صرف اور صرف ایک ہے' دو نہیں! اس وقت اس سرکاری تشریح کے صدقے اگر ملک میں دو اسلام (سنی اسلام ----- شیعہ اسلام) قانونی طور پر منظور ہو جاتے ہیں' تو مستقبل قریب میں ایک خوفناک طوفانی جنگ چھڑنے کا امکان موجود ہے' جس کی تمام تر ذمہ داری ارباب حکومت اور ان علماء پر ہو گی' جو اپنے مفادات کے تحت ہر وقت اہل اقتدار کی خوشامد اور چاپلوسی میں مصروف رہتے اور ہر جائز و ناجائز کام پر صاد کرتے نظر آتے ہیں' یہ نام نہاد علماء اپنی تقریروں اور تحریروں میں تو اسلاف امت کے بے مثال دینی کارنامے اور واقعات عزیمت بیان کر کے تزئین خطابت و آرائش کتابت کا شوق پورا کر لیتے ہیں لیکن جب میدان عمل میں ضرورت پڑتی ہے تو کوئی ایک بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملتا' ہم یقین سے کہتے ہیں کہ جو علماء اس وقت نواز شریف صاحب کے شریعت بل کے حق میں بھرپور بیان بازی کر رہے ہیں اور موصوف کو امیر المومنین کی مسند پر دیکھنا چاہتے ہیں' وہ یہ بھول چکے ہیں کہ محترم نواز شریف صاحب وہی شخص ہیں جنہوں نے سود کے خلاف شریعت کورٹ کے فیصلے کو تسلیم کرنے کی بجائے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر رکھی ہے۔ کیا سود کی حمایت کرنا اللہ اور رسول ﷺ سے اعلان جنگ کے مترادف نہیں ہے؟ اور کس قدر ڈھٹائی ہے کہ اس جرم عظیم سود کی حمایت کے باوجود بھی نواز شریف صاحب امیر المومنین بننے کے لئے تول رہے ہیں۔ اور آئین کی دفعہ 239 کے خاتمے کے ذریعے اپنی آمریت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

سپاہ صحابہ شروع سے "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کی پالیسی پر عمل پیرا ہے اور اسی وجہ سے آج تک نواز شریف صاحب کے جبر و استبداد کی چکی میں پس رہی ہے۔ محترم موصوف نے جو گھاؤ سپاہ صحابہ کے جماعتی وجود پر لگائے ہیں وہ بہت گہرے اور اذیت ناک ہیں' تاہم اگر نواز شریف صاحب فی الفور سود کے حق میں اپیل واپس لے لیں اور اپنے پیش کردہ شریعت بل میں پہلی شق کی تشریح کے ضمن میں سپاہ صحابہ کی تجویز قبول کرلیں تو یہی ہمارے دکھوں کا مداوا اور زخموں کا مرہم ہوگا ہم تمام تر شکایات اور رنجشیں ہمیشہ کے لئے اپنے قلوب و اذہان سے مٹا کر ان کا ساتھ دیں گے اول و آخر شرط یہی ہے کہ اگر وزیر اعظم نفاذ شریعت میں مخلص ہیں تو اپنے کردار سے اس کا ثبوت فراہم کریں۔ اور سب سے بہتر یہ ہوگا کہ جمعیت علماء اسلام کے قائد مولانا سمیع الحق نے جو شریعت بل قومی اسمبلی اور سینٹ میں پیش کیا تھا اسے من و عن منظور کریں۔

افغانستان میں ایران۔ "بزرگ شیطان" کے نقش قدم پر

سپاہ صحابہ اپنے قیام سے آج تک سیاستدانوں' حکمرانوں اور عوام الناس کو یہ باور کراتی چلی آئی ہے کہ ہمارا ہمسایہ ملک ایران اپنے نام نہاد اسلامی انقلاب کو دنیا بھر میں بالعموم اور پاکستان سمیت اپنے قریبی ممالک میں بالخصوص برآمد کرنے کے لئے بھرپور انداز میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ جس کا واضح ثبوت اسلامی ممالک میں پھیلتی ہوئی مذہبی دہشت گردی اور قتل و غارت گری ہے۔ ایرانی انقلاب کے بانیوں نے جس طرح اندرون ملک اپنے مخالفین کو کچلا ہے' اسی طرح وہ دیگر ممالک میں اپنے مذہبی مخالفین کے دلائل کی قوت کو تسلیم کرنے کی بجائے ان کی زبان کو گولی کی قوت سے بند کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان میں بھی ایران نے اپنے انقلاب کو برآمد کرنے کے لئے ہر ناجائز حربہ استعمال کیا ہے۔ قرآن مجید کو آگ لگانی پڑی تو لگادی گئی۔ علماء کو قتل کرنا پڑا تو بے دریغ قتل کیا گیا اور اپنے نظریات پھیلانے کے لئے لٹریچر کی اشاعت کا شوق چرایا تو ایسا گندا اور غلیظ لٹریچر برآمد کیا کہ جس میں عفونت' کثافت اور غلاظت کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

سپاہ صحابہ اپنے مشن اور نظریئے کی صداقت پر دلائل کی قوت کو کافی سمجھتی رہی' ایران غنڈہ گردی کے ذریعے سپاہ صحابہ کے قائدین و کارکنان کے خون سے سڑکوں پر چھڑکاؤ کرتا رہا۔ ارباب سیاست اور وابستگان صحافت طوطا چشمی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ آج خدا نے وہ دن دکھایا کہ سپاہ صحابہ کا موقف روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ افغانستان میں اسلامی تحریک طالبان کے جانباز مجاہدین نے گزشتہ ماہ افغانستان میں پے در پے فتوحات حاصل کیں اور دنیا کی نظریں اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب طالبان نے فتح ہونے والے علاقوں بالخصوص مزار شریف وغیرہ میں ایرانی جدید ترین اسلحہ کے انبار اور گولہ بارود کے ذخائر دنیا بھر کے لوگوں کو دکھائے اور ایران کے مکروہ ترین چہرے سے نقاب نوچ کر اسے دنیا بھر میں اس کے اصلی روپ میں پیش کردیا اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ ایرانی اسلحے کی پیٹیوں پر واضح طور پر ایران کے مذہبی و سیاسی نعرے جلی حروف سے لکھے ہوئے تھے اور فرضی بارھویں امام سے مدد کی اپیلیں اور دعائیں بھی کندہ تھیں۔

اس دوران ایک اہم ترین واقعہ رونما ہوا جب طالبان مزار شریف میں داخل ہوئے تو ایرانی انقلابی غنڈے اپنے کپڑے' جوتے اور کھانے پینے کے تیار سامان سمیت تمام اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ طالبان ایرانی سفارت خانے میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی فرد و بشر دیکھنے کو نہ ملا۔ ایران نے الزام عائد کردیا کہ طالبان نے اس کے سفارت کاروں کو اغوا کرلیا ہے جبکہ طالبان ان سے لاعلمی کا اظہار کرتے رہے ایران کی حواس باختگی ملاحظہ ہو کہ افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بھی ڈانٹنا اور دھمکیاں دینا شروع کردیں اور پھر ایران میں پاکستانی سفارت خانے کے سامنے مظاہرے کرنے شروع کردیئے اور تاحال طالبان کو جنگ کے لئے تیار رہنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بھی دھمکیاں دی جارہی ہیں لیکن داد دیجئے سخت جان طالبان کے ایمان اور حوصلے کی' کہ انہوں نے ایرانی دھمکیوں کو پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دی' بلکہ کون شخص اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ ایران کے وہ سفیر جو مزار شریف میں بیٹھ کر اپنے اسلحہ بارود اور سپاہیوں کی مدد سے طالبان کے ساتھ ساتھ ان کے جنگ زدہ ملک کے وسائل اور بچی کھچی افرادی قوت کو پامال کر رہے تھے کیا یہی سفارت کاری ہے؟ کیا یہی حق ہمسائگی ہے؟ کیا یہی امن پسندی اور صلح جوئی ہے تمہی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟ اب ایران نے طالبان کو ڈرانے کے لئے ایک اور حربہ شروع کیا ہے کہ انتہائی وسیع پیمانے پر فوجی جنگی مشقیں افغانی سرحدوں کے قریب شروع کردی ہیں۔ تاکہ طالبان کو پریشرائز کیا جاسکے بلکہ بعض

باخبر ذرائع کے مطابق ایران نے پاسداران انقلاب کو متحرک کر کے انہیں افغانستان کی سرحدوں پر جمع کرنا شروع کر دیا ہے اور جارحیت کے مکمل عزائم رکھتا ہے۔

محترم قارئین یہ وہی ایران ہے جو امریکہ کو بزرگ شیطان کہا کرتا ہے' بلاشبہ بزرگ شیطان نے افغانستان میں میزائل برسا کر عظیم مجاہد اسلام اسامہ بن لادن کو شہید کرنے کی ناپاک کوشش کر کے اپنی شیطنت کا مظاہرہ کر دیا ہے۔ اب دنیا کی نظریں "بزرگ شیطان" کے بعد اس چھوٹے شیطان پر لگی ہوئی ہیں دیکھئے اب یہ کیا گل کھلاتا ہے۔ طالبان نے جس انداز میں امریکہ سے بدلہ لینے کا عہد کیا ہے' تقریباً" انہی الفاظ میں ایران کو بھی اپنی تیاری کا یقین دلایا ہے۔ بلکہ ایرانی جارحیت کے جواب میں اپنے مجاہدین بھی ایران سرحد پر پہنچا دیئے ہیں اور آنے والا وقت ایرانی غرور و تکبر کی کمر توڑنے کے لئے بالکل تیار ہے۔ ہم ایرانی طاغوت کے فرزندوں کو یہ بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک اور عمر سے ہاتھ مت الجھاؤ!

تماشہ دیکھنے والو تماشہ خود نہ بن جانا

۶۔ ستمبر.....یوم تاسیس سپاہ صحابہ

۶۔ ستمبر کا دن جہاں ۱۹۶۵ء میں وطن عزیز کے دفاع کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے وہیں اس دن کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کی روشنی میں امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے ناموس اصحاب پیغمبر ﷺ کے دفاع کے لئے ایک قافلہ سخت جان۔۔ یعنی سپاہ صحابہ پاکستان کی بنیاد خانہ خدا میں رکھی تھی۔ آج اس واقعہ کو ۱۳ سال کا عرصہ بیت گیا۔ اس عرصے میں دوست دشمن سب گواہ ہیں کہ صعوبتوں کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کے باوجود بھی یہ قافلہ نہ رکا۔ نہ جھکا' نہ تھما نہ بکا' آج ہم میں اس قافلہ کے بانی' جرنیل اول اور قائد تنظیم سمیت سینکڑوں قیمتی' احباب' علماء' صلحاء کارکنان موجود نہیں۔۔۔ وہ راہ وفا پر چلتے ہوئے منزل پر جا پہنچے ہیں۔ ہم کارکنان سپاہ صحابہ و سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس انکی روحوں سے آج کے دن یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہمارے بڑھتے ہوئے قدم گردش زمانہ نہیں روک سکتی۔

کوئی چاند ٹوٹے' یا دل جلے' یا زمیں کہیں سے ابل پڑے
ہم اسیر استقلال ہیں ہمیں حادثات کا ڈر نہیں

قاری محمد حنیف چنیوٹی کا انتقال پر ملال

مورخہ ۷ جولائی کو چنیوٹ ضلع جھنگ کے مشہور قاری اور استاذ القراء جناب مولانا قاری محمد حنیف انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون○ قاری صاحب مرحوم حضرت شیخ القراء قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کے شاگرد رشید اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل اور سبعہ عشرہ کے قاری تھے۔ مرحوم نے تقریباً" ۵۰ سال تک تعلیم و تدریس قرآن مجید کی خدمات سرانجام دیں اور بلاشبہ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد اندرون و بیرون ملک قرآن مجید کی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مرحوم کا روحانی تعلق حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ سے تھا۔ ادارہ "خلافت راشدہ" آپ کی وفات پر آپ کے صاحبزادگان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ پاک مرحوم کی خدمات کو شرف قبولیت سے سرفراز فرما کر مرحوم کے درجات بلند فرمائیں۔۔۔ آمین ثم آمین

۶ ستمبر

یوم تاسیس سپاہ صحابہ

خصوصی تحریر ــ مولانا حبیب الرحمن انقلابی

گردش ایام کے بعد ہر سال جب ۶ ستمبر کا دن آتا ہے تو ہر محب وطن پاکستانی کا چہرہ خوشی و فخر سے چمکنے اور دمکنے لگتا ہے اور اس پر جوش و ولولہ اور عزم و ہمت کی عجیب کیف و مستی طاری ہو جاتی ہے کیونکہ اسی ۶ ستمبر کے روز پاکستان کی بہادر فوج نے ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں پاکستان پر حملہ آور ہندوستان کی بزدل فوج کو عبرتناک اور ذلت آمیز شکست دی تھی..........۔

لیکن اسی ۶ ستمبر کے دن کے ساتھ ہمارا ایک مذہبی و نظریاتی تعلق اور رشتہ بھی ہے جب شہید ناموس صحابہ مولانا حق نواز جھنگوی" نے ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ناموس رسالت ﷺ 'ناموس صحابہ" واہل بیت" کے تحفظ اور ازواج مطہرات" کے تقدس کے دفاع کے لئے ۶ ستمبر۱۹۸۵ء کو سرزمین جھنگ پر ۲۹ سرفروش افراد پر مشتمل تنظیم "انجمن سپاہ صحابہ" پاکستان" کی بنیاد رکھی اس وقت کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مولانا حق نواز جھنگوی" کے اخلاص و للہیت اور شہداء ناموس صحابہ" کے خون کی برکت سے سپاہ صحابہ" تمام مسلم مکاتب فکر کی نمائندہ ملک کی سب سے بڑی دینی و مذہبی تنظیم اور عالمی جماعت بن جائے گی' مولانا حق نواز جھنگوی" نے ایسے حالات میں "سپاہ صحابہ"" کی بنیاد رکھی جب ملک میں حضور ﷺ "صحابہ کرام" واہل بیت عظام" اور ازواج مطہرات کی شان اقدس میں گستاخی اور توہین کرتے ہوئے سرعام ان مقدس ہستیوں کو برا بھلا کہا جا رہا تھا' اسلام اور اہل اسلام کے خلاف گھٹیا لٹریچر کی اشاعت و تقسیم عروج پر تھی ...... اسلام کے مقدس نام پر پھیلایا جا رہا تھا' مسلمان اپنے مذہبی حقوق سے غافل ہو کر سستی کی لمبی "چادر تان ...... بیٹھے تھے' مخصوص ذہن کے سرمایہ دار اور ظالم جاگیردار اس مظلوم اور غریب عوام کے "سیاہ و سفید" کے مالک بن چکے تھے' عقائد و نظریات' کا شعور ان کے ذہنوں سے نکال دیا گیا تھا' ان حالات میں مولانا حق نواز جھنگوی" عوام اہل سنت اور مظلوم قوم کے "مسیحا" بن کر سر زمین جھنگ میں داخل ہوتے ہیں' محلہ پپلیانوالہ کی ایک مسجد (موجودہ مسجد حق نواز شہید") میں خطابت کا آغاز کرتے ہیں' ان کی علمی وجاہت' وسعت مطالعہ' دلائل و براہین اور جرات و بہادری سے مزین لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں "سحر انگیز خطابت" اور بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں کی وجہ سے پڑھے لکھے اور باشعور نوجوانوں کا حلقہ دیوانہ وار ان کے ارد گرد جمع ہونے لگا' مولانا حق نواز جھنگوی کی روشن زندگی اور جرات مندانہ کردار کھلی ہوئی کتاب کی طرح ان نوجوانوں کے سامنے تھا' مولانا حق نواز جھنگوی قول کے بجائے عمل پر یقین رکھتے تھے' وہ گفتار کے بجائے کردار کے غازی تھے' جھنگ کے مخصوص مذہبی حالات' جاگیرداروں' وڈیروں' اور نوجوانوں کے مظالم کو دیکھتے ہوئے آپ نے مظلوم عوام کی حمایت اور "سنی حقوق" کے تحفظ کے لئے جاگیرداروں سمیت تمام استحصالی قوتوں سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے "سپاہ صحابہ"" کی بنیاد رکھی۔ یہاں سے امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی کا "عزیمت کے راستہ" پر سفر شروع ہوتا ہے مصائب و مشکلات اور تکالیف کی کھائیاں منہ کھولے آپ کی طرف بڑھنے لگیں' اپنے اور بیگانے مخالفین کی صفوں میں کھڑے نظر آنے لگے' ہر طرف کفر و شرک اور ظلمات کا راج تھا "سنی حقوق" کے لئے ایسے ماحول اور خونی حالات میں "آواز حق" بلند کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن درویش صفت مرد مجاہد مولانا حق نواز جھنگوی نے خدا کے توکل پر انتہائی اخلاص و للہیت کے ساتھ بغیر کسی دنیاوی وسائل کے ارب پتی وڈیروں اور جاگیرداروں کے خلاف "علم جہاد" بلند کر دیا ایک مسجد کے خطیب اور درویش صفت "مولوی" کا ان کے مقابلہ میں ایمان وعقائد اور پاکیزہ نظریات کی دولت سے "مسلح" ہو کر تن تنہا میدان عمل میں آنے سے عوام حیران اور باطل قوتیں پریشان دکھائی دینے لگیں'............۔

لوگوں نے آوازیں کستے ہوئے کہا کہ یہ غریب کسان کا بیٹا' جدید علوم سے بے بہرہ' طوفانی جذبات میں بہنے والا "مولوی" میدان سیاست میں نووارد' فلسفہ جمہوریت سے عاری' جس کی کوئی موثر لابی نہیں' رائے عامہ پر اثر انداز ہونے والے قومی اخبارات کے مشہور و معروف صحافیوں سے اس کی علیک سلیک نہیں' جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہیں' وہ ان جاگیرداروں' وڈیروں اور سرمایہ داروں کے چنگل سے "مظلوم و قبائل عوام" کو کیسے آزاد کروائے؟؟ باطل قوتوں کا راستہ کیسے روکے گا؟... مگر چشم فلک اور اہل نظر نے دیکھا کہ اس جدید علوم سے ناواقف "مولوی" نے وقت کے فرعونوں کو ایسا للکارا کہ جس سے ان کی کمین گاہیں اور تار چہ سیل لرز کر رہ گئے' کفر کے فلک بوس محلات اس کی یلغار اور "آواز حق" سے زمین بوس ہوتے ہوئے نظر آنے لگے .... مولانا حق نواز جھنگوی" لالچ و طمع' خود غرضی' مال و دولت کی حرص و ہوس اور شہرت نام کی کسی چیز سے آشنا نہ تھے' مصلحت پسندی' حالات سے سمجھوتا' مفاد پرستی خوف و بزدلی نام کا کوئی لفظ ان کی لغت میں ہی نہ تھا' مولانا حق نواز جھنگوی" کی زندگی اتنی سادہ کہ بے اختیار ان کی سادگی پر پیار آنے لگے اور وہ عجیب شان بے نیازی اور بے خوف طبیعت کے مالک تھے کہ ان کی بے خوفی پر خوف آنے لگا' مولانا حق

نواز جھنگوی پیشہ ور مقرر و خطیب کے بجائے صاف حق گو خطیب تھے' وہ حق کو بغیر کسی مصلحت اور بغیر کسی لگی لپٹی کے بے خوف ہو کر عوام کے سامنے پیش کرتے تھے ان کی یہی ادا عوام کو بڑی پسند تھی' حضور ﷺ صحابہ کرام " واہل بیت " اور ازواج مطہرات " کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر آپ کے دل میں بھر دی تھی' جس کی وجہ سے ان کا انداز خطابت باقی روایتی خطیبوں سے جدا اور منفرد تھا' مولانا حق نواز جھنگوی " فرقہ واریت " اور مذہبی قتل و غارت گری کے سب سے بڑے دشمن تھے اور اس کو جماعت کے لئے " زہر قاتل " سمجھتے تھے۔ آپ " اتحاد بین المسلمین " کے عظیم علمبردار اور امن و سکون کے داعی تھے' اسی وجہ سے انہوں نے ناموس رسالت ﷺ 'ناموس صحابہ " واهل بیت " کے تحفظ اور ازواج مطہرات " کے تقدس کے دفاع کے لئے تمام مسلم مکاتب فکر کو سپاہ صحابہ " کے جھنڈے تلے ایک ہی سٹیج پر متحد و منظم اور جمع کر دیا.........

بعض لوگ مولانا حق نواز جھنگوی شہید " کو محض ایک جذباتی اور شعلہ نوا مقرر و خطیب کے طور پر جاننے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مولانا حق نواز جھنگوی " کے دل میں دین اسلام کے لئے عجیب طلب و تڑپ اور کفر کے خلاف نفرت کو بھر دیا تھا جس کا اظہار ان کی تقریروں میں پر جوش الفاظ کی صورت میں ہوتا۔ مولانا حق نواز جھنگوی جب اپنے مخصوص اور پر سوز آواز اور انداز میں "شان صحابہ " " بیان کرتے ہوئے اپنے احساسات و جذبات کا دکھ درد کے ساتھ اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے اور باطل قوتوں کے کفر کو ان پر بے نقاب کرتے معلوم ہوتا کہ ان کے جسم میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے اور منہ سے الفاظ کے بجائے شعلے نکلتے چلے جا رہے ہیں جو کفر کے ایوانوں کو بھسم کرتے چلے جا رہے ہیں' مشکل سے مشکل الفاظ بھی بڑی خوبصورتی اور تسلسل و روانی کے ساتھ تسبیح کے دانوں کی طرح ایک خاص ترتیب سے ان کے منہ سے نکلتے چلے جاتے اور جب وہ دوران تقریر اپنے موقف و مشن کے حق میں اور باطل قوتوں کے کفر پر بڑی بے خوفی اور جرات و بہادری کے ساتھ "قرآن و حدیث " سے دلائل و براہین کے انبار لگاتے چلے جاتے تو ان کو دیکھنے اور سننے والا ان کی قوت استقلال پر حیران و انگشت بدنداں رہ جاتا اور پھر مولانا حق نواز جھنگوی " کی " آواز حق " سرزمین جھنگ سے نکل کر چہار دانگ عالم میں سنائی دینے لگی۔ ان کے فکر و نظر کی روشنی ہر طرف پھیلنے لگی' باطل قوتیں پریشان دکھائی دینے لگیں' حکمران بھی چونک اٹھے' انسانوں کا ہجوم دیوانہ وار ان کی طرف بڑھنے لگا اور ان کے مقدس مشن سے وابستہ ہوتا چلا گیا..... اور پھر مولانا حق نواز جھنگوی " کو راستہ سے ہٹانے کے لئے باطل قوتیں سر جوڑ کر بیٹھ گئیں اور باہمی سوچ و بچار کے بعد انہوں نے مولانا جھنگوی " کے خلاف بھی فرعونی و نمرودی ظالمانہ راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر مولانا حق نواز جھنگوی " کے وجود پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے جانے لگے............ ان کو مادر زاد برہنہ کرکے پیٹا گیا' وہ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بسیرا کرتا رہا' ہتھکڑیاں' بیڑیاں اس کے دست و پا چومتی رہیں' موت اس کے گرد وپیش گھومتی رہی' اسے 302 کے جھوٹے قتل کے مقدمات میں پھنسا کر "پس دیوار زنداں " کیا جاتا رہا' اس کی زندگی کا چراغ گل کرنے کے لئے قاتلانہ حملے کرائے جاتے رہے' ان انسانیت سوز مظالم کے باوجود مولانا حق نواز جھنگوی " کی " آواز حق " کو دبایا نہ جاسکا ترغیب و تحریص' جوڑ توڑ' دھونس دھاندلی جیسے ہتھکنڈوں' پرمٹوں اور پلاٹوں کے سبز باغ دکھا کر ان کو خریدا نہ جاسکا' مولانا حق نواز جھنگوی " کو اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے باطل قوتوں نے اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیا ان پر الزامات کی بارش ہونے لگی اپنوں نے اس کو متشدد کہا بے ادب اور عقل و خرد سے عاری اور حکمت و دانائی سے خالی کہا' حکمرانوں نے اس کو فسادی' تخریب کار اور دہشت گرد کے القاب سے "نوازتے " ہوئے قانون شکن کہا........ لیکن مولانا حق نواز جھنگوی " نے جواب میں کہا کہ اگر صدیق " کی صداقت اور امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تقدس اور ان کی عزت و حرمت کا دفاع کرنا دہشت گردی و تخریب کاری اور فساد ہے تو میں " اقبال جرم " کرتا ہوں انہوں نے کہا کہ اس مقدس مشن کے راستہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ٹھوکر سے اڑاتا چلا جاؤں گا اور ناموس صحابہ " کے تحفظ کے لئے میں انگریز کے کالے قوانین و ضابطے اور ناجائز پابندیاں پاؤں تلے روندتا چلا جاؤں گا......... مولانا حق نواز جھنگوی کی طرف سے یہ محض جذباتی الفاظ شعلہ نوائی یا زبانی جمع خرچ نہیں تھے' بلکہ دنیا جانتی ہے کہ انہوں نے فرنگی قوانین کی دھجیاں بکھیر دیں اور پابندیوں کے پرخچے اڑا دیئے "لاء اینڈ آرڈر " کو ناموس صحابہ " کے تحفظ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے پاؤں تلے روند ڈالا' یہ سب کچھ باطل قوتیں کیسے برداشت کر سکتی تھیں۔ آخر کار حق کی گونجتی گرجتی آواز حق کو ہمیشہ کیلئے خاموش کرنے کی مزموم خونی سازش تیار کی گئی کیونکہ ان کے پاس مولانا حق نواز جھنگوی کے دلائل کا سامنا کرنے سے بچاؤ کی کوئی اور صورت سامنے نہ تھی اس لئے اپنے کفر کو چھپانے کے لئے باطل قوتوں نے دلیل کا جواب دلیل سے دینے کے بجائے گولی سے دینے کا فیصلہ کیا اور پھر مولانا حق نواز جھنگوی " کو ان کے گھر کی دہلیز پر گولی مار کر شہید کر دیا گیا اور پھر مولانا حق نواز جھنگوی شہید " عالم اسلام کو سوگوار اور مسلمانوں کو روتا تڑپتا چھوڑ کر جنت الفردوس میں جا پہنچے۔

باطل قوتیں خوش تھیں کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید " کی مظلومانہ شہادت سے سپاہ صحابہ " کا وجود ختم ہو جائے گا' جذباتی نوجوان آخر کار تھک ہار کر پیچھے ہٹ جائیں گے......... لیکن مولانا حق نواز جھنگوی شہید " کے مقدس خون کی برکت اور ان کے اخلاص کی بدولت سنی نوجوان بڑی تیزی کے ساتھ استقامت و ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے ایک مرتبہ پھر مولانا حق نواز جھنگوی شہید " کے جانشین قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمن فاروقی " اور جرنیل سپاہ صحابہ مولانا ایثار القاسمی " کی ولولہ انگیز قیادت میں سپاہ صحابہ کا قافلہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگا' ملک میں ہر طرف شہر شہر' قریہ قریہ' اور گھر گھر مشن جھنگوی " کی معطر خوشبو پھیلنے لگی' اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مولانا ایثار القاسمی' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو عبرتناک شکست دیکر سرزمین جھنگ سے قومی اسمبلی

میں جا پہنچے' جہاں وہ شہید ناموس صحابہ" مولانا حق نواز جھنگوی" کی خواہش اور تڑپ کے مطابق اس قانون ساز ادارہ سے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی طرح ناموس صحابہ" واہل بیت" اور ازواج مطہرات کے تقدس کو بھی آئینی اور قانونی تحفظ دلانا چاہتے تھے' جسکا اظہار مولانا ایثار القاسمی" نے قومی اسمبلی میں اپنی زندگی کی پہلی و آخری تقریر میں کیا اور پھر قومی اسمبلی میں مشن جھنگوی" کی گونج سنائی دینے لگی آخر کار مولانا ایثار القاسمی" ایم این اے کو بھی ایک خونی سازش کے ذریعہ شہید کر دیا گیا۔

لیکن مولانا ایثار القاسمی" اپنی شہادت سے قبل ملک و بیرون ملک بڑی تیزی کے ساتھ مشن جھنگوی" کو پھیلا چکے تھے۔ مولانا قاسمی" کی شہادت کے ساتھ ہی باطل قوتوں کے باہمی گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں ظلم و تشدد اور سفاکی و درندگی کے وہ بازار گرم ہوئے کہ ہلاکو اور چنگیز کی روحیں بھی کانپ اٹھیں اور پھر جھنگ کی عوام نے مولانا ایثار القاسمی شہید" کے جانشین مولانا محمد اعظم طارق کو بھی بھاری اکثریت سے کامیاب کراتے ہوئے اسمبلی پہنچا دیا...... مولانا محمد اعظم طارق نے ناموس رسالت ﷺ کی طرح ناموس صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کو آئینی و قانونی حیثیت اور تحفظ دلانے 'شیعہ سنی خونی فسادات کے خاتمہ اور گستاخان صحابہ" کو عبرتناک سزا دلوانے کے لئے قومی اسمبلی میں مسلم لیگ و پیپلز پارٹی سمیت تمام جماعتوں کے اراکین اسمبلی کی حمایت و دستخط کے ساتھ ناموس صحابہ واہل بیت بل پیش کیا اس کی یقینی کامیابی و منظوری کو دیکھتے ہوئے باطل قوتیں سرگرم عمل ہو گئیں حکمرانوں نے بھی باطل قوتوں کو خوش کرنے کے لئے اس بل کے راستہ میں رکاوٹ ڈالتے ہوئے اراکین اسمبلی کو اس کی حمایت و دستخط واپس لینے کے لئے مجبور کرنا شروع کیا لیکن اراکین اسمبلی کے انکار کے بعد حکمرانوں نے مولانا اعظم طارق کو اس بل کے واپس لینے کے لئے لالچ و مراعات کی پیشکش کی لیکن مولانا محمد اعظم طارق کی طرف سے اس کو ٹھکرانے اور اس بل کی منظوری پر دباؤ دینے پر حکومت نے ظالمانہ اور فرعونہ [illegible] اختیار کرتے ہوئے سپاہ صحابہ کے سربراہ مولانا ضیاء الرحمان فاروقی" اور مولانا محمد اعظم طارق سمیت دیگر سینکڑوں راہنماؤں اور کارکنوں کو بلا جواز گرفتار کر کے "پس دیوار زنداں" جیل کی زینت بنا دیا گیا......

مولانا ضیاء الرحمان فاروقی" اپنی گرفتاری سے قبل سپاہ صحابہ کے موقف و مشن کو پاکستان کے علاوہ دو درجن سے زائد بیرون ممالک میں متعارف کراتے ہوئے اس کی شاخیں قائم کر چکے تھے۔ مولانا ضیاء الرحمان فاروقی" پاکستان میں فرقہ واریت کے خاتمہ اور "اتحاد بین المسلمین" کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہوئے سابق صدر غلام اسحاق خان' سردار فاروق احمد خان لغاری' وزیر اعظم میاں نواز شریف سمیت گورنرز' وزراء اعلیٰ' اراکین اسمبلی اور اعلیٰ حکام کے ساتھ ملاقات کر کے ان کو سپاہ صحابہ کے مشن اور کاز اور پر امن پالیسی سے آگاہ کرتے ہوئے "قیام امن" کے لئے سات نکاتی "امن فارمولا" پیش کیا۔ مولانا ضیاء الرحمان فاروقی" علم و عمل اور دلائل کی جنگ لڑنے کے قائل اور عدم تشدد کے علمبردار تھے۔ مولانا ضیاء الرحمان فاروقی" نے اس مقصد کے لئے "ملی یکجہتی کونسل" کے پلیٹ فارم پر سپاہ صحابہ کے موقف کو پیش کرتے ہوئے "ملی یکجہتی کونسل" سے ضابطہ اخلاق کی شق نمبر۹ منظور کراتے ہوئے شیعہ سنی تمام جماعتوں کے قائدین سے متفقہ طور پر یہ تحریر کروایا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کی تکفیر کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے" اس شق کی منظوری سپاہ صحابہ کی بہت بڑی کامیابی اور مولانا ضیاء الرحمن فاروقی کی فراست ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ مولانا عبدالستار نیازی کی سربراہی میں فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے قائم شیعہ سنی قائدین پر مشتمل کمیٹی کی متفقہ رپورٹ بھی سپاہ صحابہ کے موقف کے حق میں تیار ہونا اور میاں محمد نواز شریف تک اس کمیٹی کی سفارشات کا جانا تاریخی کام اور کامیابی ہے آج بھی اگر میاں محمد نواز شریف "عبدالستار' نیازی کمیٹی کی سفارشات" پر عمل کرائیں تو پاکستان میں فرقہ وارانہ خونی فسادات اور مذہبی قتل و غارت گری کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ جیل میں بھی قائدین سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق سے سودے بازی کرنے کی کوشش کرتے ہوئے رہائی و مراعات کی پیشکش کی لیکن قائدین سپاہ صحابہ نے اصولوں پر سودے بازی کرنے کی بجائے "مشن جھنگوی" کی خاطر موت کو گلے لگانے کو ترجیح دیا آخر کار جھوٹے مقدمات کی تاریخ پیشی کے موقع پر سیشن کورٹ لاہور میں اسلام دشمن قوتوں نے ایک بین الاقوامی اور ہمسایہ ملک کی مذموم سازش کے نتیجہ میں خوفناک بم دھماکہ کے ذریعہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت اور سپاہ صحابہ کے قائد مولانا ضیاء الرحمن فاروقی دیگر کارکنوں کے ہمراہ شہید ہو گئے اور صحابہ کے دشمنوں نے سپاہ صحابہ کے جرنیل مولانا محمد اعظم طارق کو درجنوں پولیس افسران و اہلکاروں سمیت شدید زخمی کر کے اپنے کفر کو مزید بے نقاب کر دیا۔

سپاہ صحابہ کے سربراہ مولانا علامہ علی شیر حیدری' مجھ سمیت سینکڑوں راہنماؤں' کارکنوں اور مولانا محمد اعظم طارق کو شدید زخمی ہونے کے باوجود مسلسل بلاجواز گرفتار کیا گیا۔ قائدین و کارکنوں کی شہادتوں' مساجد و مدارس میں بم دھماکوں' بے گناہ نمازیوں کے خون سے سفاک درندوں نے ہولی کھیلی۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہید سے لیکر مولانا ضیاء الرحمن فاروقی کی مظلومانہ شہادت اور مولانا ایثار القاسمی شہید سے لے کر سپاہ صحابہ لاہور کے سالار قاسم چودھری شہید کی سربریدہ لاش تک سینکڑوں راہنما اور کارکن جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

لیکن سپاہ صحابہ کی عظمت پر قربان ہوتے چلے گئے' قتل و غارت وحشت گردی' مظلومانہ شہادتوں' ظالمانہ گرفتاریوں' بلاجواز مقدمات اور خصوصی عدالتیں قائم کرنے کے باوجود سپاہ صحابہ کا راستہ نہ روکا جاسکا سپاہ صحابہ نے آج بھی آگ و خون کا سمندر اور مصائب و مشکلات کی وادیوں کو عبور کرتے ہوئے پوری جرات و بہادری کیساتھ عظمت صحابہ کا پرچم بلند کیا ہوا ہے آنے والا مورخ جب بھی دیانتداری کے ساتھ تاریخ لکھنے بیٹھے گا تو سپاہ صحابہ کی جرات و بہادری اور لازوال جدوجہد' بے مثال قربانیوں اور شہادتوں کی داستان لکھتے ہوئے اس کا قلم کانپ اٹھے گا اور اس کی پیشانی پسینہ سے ضرور شرابور ہوگی۔

امام الصحابہؓ — قائد امت محمدیہ — خلیفہ بلا فصل

افضل البشر بعد الانبیاء

سیدنا صدیق اکبرؓ

محمد ظش فاروقی
ٹنڈو آدم سندھ

قائد امت محمدیہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا منصب خلافت پر جلوہ افروز ہونا اس امت پر اللہ کا بڑا احسان ہے اور خلافت سے آپ کا مقصود دین کی حفاظت اور خدمت خلق تھا۔ اپنے دور خلافت میں آپ نے ان دونوں خدمتوں کے سوا کوئی تیسرا کام نہیں کیا جس کا ثبوت آپ کی بابرکت خلافت ہے۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کے لئے پہلی آزمائش سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کی وہ مجلس تھی جس میں نبی کریم ﷺ کی جانشینی کا مسئلہ طے ہونا تھا سیدنا صدیق اکبر اس آزمائش میں پورے اترے مگر آزمائشوں کا یہیں خاتمہ نہیں ہوا بلکہ یہ تو مشکلات کا آغاز تھا جن سے امام الصحابہ ؓ کو سامنا کرنا تھا۔ جیش اسامہ ؓ کی روانگی کا مسئلہ' جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ' منکرین زکوٰۃ کا فتنہ' باغیوں اور مرتدین کا قلع قمع جس صبر واستقلال اور کمال تدبر سے کیا اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

یہی شان امام الصحابہ ؓ ہے کہ ایک طرف مسیلمہ کذاب سے جنگ ہے دو زبردست سلطنتوں روم و ایران سے معرکہ ہے اور مدینہ کے نواح میں ایک کمزور اندھی بڑھیا کی خدمت اس اہتمام سے کر رہے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم ؓ بھی سبقت نہیں لے جاسکے علاقہ کی بچیوں کی فرمائش پر بکریاں دوھی جارہی ہیں۔ کاندھے پر کپڑے کی گٹھڑی ہے اور مدینہ کے بازار میں خرید و فروخت کرکے اہل و عیال کی روزی کا بندوبست کرتے ہیں۔ مدینہ پر دشمن کا حملہ ہے تو سیدنا صدیق اکبر ؓ لشکر کی کمانڈنگ کرتے ہوئے سب سے آگے دشمن سے نبرد آزما ہیں معیشت کی طرف دھیان ہے۔ دین کی خدمت کر رہے ہیں غرض ایک ہی وقت میں بادشاہ اور فقیر' سپہ سالار' مفسر' تاجر سب کچھ ہیں لیکن جب دنیا فانی سے جاتے ہیں تو ورثاء کے لئے نہ کوئی جائیداد اور نہ ہی کوئی روپیہ پیسہ چھوڑتے ہیں۔ پرانی چادریں دھو کر کفن دیا جاتا ہے یہ بزرگی' پرہیزگاری' مسکینی' درویشی یہ سب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔ زندگی کی آخری سانس تک پیغمبر انقلاب ﷺ کی سیرت پر عمل کرتے رہے۔ آپ کی خلافت کا زمانہ قوت ایمانی کے اعلیٰ ظہور کا زمانہ ہے۔

جیش اسامہ ؓ کی روانگی

سیدنا صدیق اکبر ؓ نے اپنی خلافت میں سب سے پہلے جو کام کیا وہ لشکر اسامہ ؓ کا روانہ کرنا تھا۔ چار جانب سے بغاوت کی خبریں آرہی تھیں تقریباً کافی عرب مرتد ہو گیا تھا۔ ہر طرف نفاق پھوٹ پڑا تھا مدینہ پر حملہ کا خطرہ تھا دشمنان اسلام للچائی ہوئی نظروں سے مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے لیکن نہایت صبر و استقلال سے سیدنا صدیق اکبر ؓ نے لشکر اسامہ ؓ کو روانگی کا حکم دیا حضرت اسامہ ؓ نے اس خیال سے کہ شاید کوئی اہم امر پیش نہ آجائے سیدنا فاروق اعظم ؓ کو سیدنا صدیق اکبر ؓ کے پاس واپس کیا انصار ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ کی زبانی خلیفۃ المسلمین سے یہ کہلا بھیجا کہ ایسی حالت میں لشکر کی روانگی مناسب نہیں بہتر ہوگا یہ امر آئندہ کسی مناسب وقت پر موقوف رکھا جائے اور روانگی لشکر ضروری سمجھی جائے تو اسامہ ؓ سے زیادہ کسی معمر اور آزمودہ کار کو ہمارا سردار مقرر کیجئے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے جس وقت انصار کا یہ پیام سیدنا صدیق اکبر ؓ کے گوش گزار کیا تو حضرت ابو بکر اٹھ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے اور کہنے لگے میں رسول ﷺ کے حکم کو نہیں ٹال سکتا اگر مجھے اس امر کا خوف ہو کہ مجھے مدینہ میں کوئی درندہ آکر پھاڑ ڈالے گا یا کوئی مجھے لوٹ لے جائے گا تو بھی میں اسامہ ؓ کو روانہ کرتا کس کے منہ میں دانت ہیں جو رسول ﷺ کے ارشاد کے خلاف کرے جس کو وہ مقرر کر جائیں اس کو وہ موقوف کرے میں جب تک اسامہ ؓ کو نہ روانہ کر لوں ہرگز ایک لحظہ قرار نہ پاؤں گا۔

(تاریخ ابن خلدون)۔

اس کے بعد خود سیدنا صدیق اکبر ؓ مدینہ سے اس مہم کے پڑاؤ میں آئے اور انہوں نے اسے روانہ کیا سیدنا صدیق اکبر ؓ کچھ دور پیدل حضرت اسامہ ؓ کے ہمراہ گئے اس وقت اسامہ ؓ گھوڑے پر سوار تھے ان سے نہ رہا گیا اور کہا "یا خلیفہ رسول اللہ ﷺ یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ میں اتر جاتا ہوں حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے کہا یہ دونوں باتیں نہیں ہو سکتیں نہ تم اتر سکتے ہو اور نہ میں سوار ہوں گا میں اس وقت پیدل اس لیے چل رہا ہوں تاکہ اللہ کی راہ میں کچھ دیر تک پیدل چل کر اپنے قدم خاک آلود کرلوں کیونکہ مجاہد کے ہر قدم کے عوض میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں سات سو درجے بڑھائے جاتے ہیں اور اس کی سات سو خطائیں معاف کی جاتی ہیں۔ (تاریخ طبری)۔

حضرت اسامہ ؓ نے داروم و بلقار میں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی اور چالیس دن کے بعد کامیاب و کامران واپس آئے یہ لڑائی مسلمانوں کے حق میں بے حد مفید ثابت ہوئی۔

فتنہ ارتداد و منکرین زکوٰۃ

رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت جزیرۃ العرب میں اسلام کے تین بڑے دشمن تھے یمن میں اسود عنسی' نجد میں طلیحہ اور یمامہ میں مسیلمہ اسود عنسی کا خاتمہ تو نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں ہو گیا لیکن طلیحہ و مسیلمہ کافی مضبوط ہو

کر اسلامی مرکز کے لیے خطرہ بن کر منڈلانے لگے۔

جیش اسامہ ؓ کی روانگی کے بعد یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مرکز خلافت خالی ہے ان ہی حالات میں مرتدین خلیفہ رسول اللہ ﷺ کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم سے کہ نماز پڑھوالو مگر زکواۃ معاف کردو گویا اسلام کا ایک ستون ڈھانا چاہتے تھے سیدنا صدیق اکبر ؓ صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کرتے ہیں جن میں سیدنا فاروق اعظم ؓ بھی شریک ہیں سب کی رائے ہوتی ہے کہ نرمی مناسب وقت ہے لیکن خلیفہ رسول اللہ ﷺ مرتدوں کے ایلچی کو یہ جواب دے کر واپس کردیتے ہیں کہ "واللہ! اگر لوگ ایک رسی کا ٹکڑا بھی زکوۃ میں دینے سے انکار کریں گے تو میں ان پر جہاد کروں گا۔" مرتدین کے وفود نے مسلمانوں کی قلیل تعداد سے آگاہ کیا۔ مرتدین اس خبر کے سنتے ہی خوشی کے جامہ سے باہر ہو گئے اسی وقت بلا پس و پیش مدینہ پر حملہ کردیا۔ لیکن سیدنا صدیق اکبر ؓ پہلے ہی اس خطرہ کو بھانپ چکے تھے چنانچہ آپ نے مدینہ آنے والے راستوں پر حضرت علی ؓ، حضرت زبیر ؓ، حضرت طلحہ ؓ اور حضرت عبداللہ ؓ بن مسعود کی زیر قیادت مورچے بٹھا دیئے تھے جنہوں نے اس حملہ کو روک لیا اور سیدنا صدیق اکبر ؓ ایک مختصری فوج لیکر مدینہ سے نکلے اور شدید لڑائی ہوئی۔ طلیحہ کا نامزد جرنیل حباب مارا گیا۔ اس فتح سے مسلمانوں کے قدم بھی مضبوط ہوئے اور مدینہ بھی محفوظ رہا۔

یہ نتائج دیکھ کر سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ یہ تو وہی معرکہ تھا جس کی پیشین گوئی آیت قتال مرتدین میں تھی۔ یہ سیدنا صدیق اکبر ؓ اور ان کی افواج ہی تھیں جن کو آیت قتال مرتدین میں خدا کی محبوب و محب جماعت فرمایا گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ کے اس کارنامے پر حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا "حضرت ابوبکر ؓ مرتدین کے معاملہ میں اس مقام پر کھڑے ہوئے جو نبیوں کے کھڑے ہونے کا تھا" اور حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا "ہم نے شروع میں تو ان کی کاروائی کو ناپسند کیا تھا مگر آخر میں ہم سب نے ان کی شکر گزاری کی۔"

مسیلمہ کذاب

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے اس کے مقابلہ کے لئے دو لشکر روانہ کئے ایک حضرت عکرمہ ؓ کی زیر امارت اور دوسرا حضرت شرجیل ؓ کی زیر کمان۔ مگر مسیلمہ کی طاقت اتنی زبردست تھی کہ ان دونوں لشکروں کو کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے سپہ سالار اسلام حضرت خالد بن ولید ؓ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ مسیلمہ کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا جبکہ مسلمانوں کی تعداد تیرہ ہزار تھی۔ شدید جنگ ہوئی۔ مسیلمہ کذاب اپنے سترہ ہزار حواریوں کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا۔

علمی خدمات

سیدنا صدیق اکبر ؓ کا عظیم کارنامہ ۱۱ ہجری میں جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ کے توجہ دلانے پر قرآن مجید کو کتابی صورت میں جمع اور مدون کرنا ہے۔ یہ وہ سعادت ہے جس کا اجر و ثواب تا قیامت جاری ہے۔ آپ نے حدیث کی روایت کی' زکواۃ کی مقادیر کی بابت سب سے زیادہ معتبر روایت حضرت ابوبکر ؓ کی ہے۔ آپ نے فقہ میں قاعدہ اجتہاد مقرر کیا۔ آپ ہی نے تصوف میں ذکر کلمہ طیبہ کا طریقہ سب سے اول تلقین کیا۔ طریقہ نقشبندیہ کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادق ؓ حضرت صدیق اکبر ؓ تک پہنچتا ہے۔ اہل معرفت کا قول ہے کہ نسبت صدیقی نسبت ابراہیمی تھی۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لقب "اواہ منیب" ہیں یعنی دردمند اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے۔ صحابہ کرام ؓ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا لقب "اواہ" تھا۔

وفات

دو برس تین مہینے دس دن خلافت پر متمکن رہ کر ۶۳ برس کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو سیدنا فاروق اعظم ؓ کے باقدار و حق پرست ہاتھوں میں خلافت کی باگ سپرد کرکے اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔

شیخ الحدیث علامہ عبدالحق

(اکوڑہ خٹک) کا فرمان

مرسلہ۔ قاری اعجاز احمد عابد ضلع نوشہرہ

میرے بزرگوا صحابہ کرام ؓ دین کی جڑیں ہیں دین کی عمارت ان پر کھڑی ہے اور اگر جڑیں کاٹ دی جائیں تو گو ہزاروں دفعہ آبپاشی کریں مگر درخت سرسبز و شاداب نہیں ہو سکے گا یہ عظیم الشان نعمت ہمیں ان لوگوں کے ذریعہ پہنچی اور جب صحابہ کے درمیان نفرت و عداوت پیدا کردی جائے تو دین کہاں رہے گا اللہ تعالیٰ نے انہیں رحماء بینھم کہا حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو کہیں انہیں سب و شتم اور تنقید کا نشانہ نہ بنا لینا۔ انہوں نے اسلام کی خدمت کی ان کی رگ رگ میں حضور ﷺ کے ساتھ عشق بھرا ہوا تھا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا جس کی میرے ساتھ محبت ہے وہ میرے دوستوں سے بھی ضرور محبت کرے گا۔ مجنوں سے عشق سیکھو کہ جذبہ محبت میں لیلیٰ کے کتوں کو گود میں بٹھاتا تھا۔ چومتا پیار کرتا تھا آج کل عجیب تماشا ہے ایک طرف عشق رسول ﷺ کا دعویٰ' دوسری طرف ایک ایک صحابی پر تنقید' گویا معاذ اللہ حضور ﷺ اپنے جان نثاروں کی بھی اصلاح نہ کر سکے۔ کتنی بڑی زود پہنچی ہے۔

ہم اہل سنت و الجماعت حضرات شیخین (ابوبکر ؓ و عمر ؓ) کی فضیلت حضرات ختنین (دونوں داماد عثمان ؓ و علی ؓ) کی بزرگی اور محبت کے قائل ہیں تاکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؓ نے ایسے ہی موقع پر ارشاد فرمایا کہ جس خون سے خداوند تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو بچایا ہم اتنے عرصہ بعد اس خون سے اپنی زبان کیوں آلودہ کریں۔ کسی بزرگ سے پوچھا گیا حضرت معاویہ ؓ کا مقام بلند ہے یا عمر بن عبدالعزیز ؓ کا؟ فرمایا حضرت معاویہ ؓ نے جس گھوڑے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں جہاد کیا اس گھوڑے کے نتھنوں کی غبار تک بھی عمر بن عبدالعزیز نہیں پہنچ سکتے۔ (اقتباس از مقام صحابہ ؓ وعظ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ) (ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک اپریل ۱۹۷۸ء)

عالم اسلام کے عظیم دانشور ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیقات

تاریخ تدوین قرآن مجید

خطبات بہاولپور سے انتخاب

برادران کرام' خواہران محترم! السلام علیکم!

سوالات کی ایک خاصی تعداد جمع ہوئی ہے۔ اس سے محسوس ہوتا ہے کہ میری تقریر کو توجہ سے سنا گیا ہے۔ اسی وجہ سے کئی سوالات ذہنوں میں پیدا ہوئے ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنی بساط کے مطابق' ذہن میں جو جواب آئے' وہ آپ سے عرض کروں۔ ظاہر ہے کہ ایک گھنٹے کی مختصر تقریر میں ساری باتوں کو بیان کرنا ممکن نہیں تھا۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا' کسی تحریری چیز کو میں نے نہیں پڑھا بلکہ آپ سے اپنی معلومات برجستہ بیان کرتا چلا گیا۔ چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کچھ باتیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے کی تدوین قرآن کے بارے میں' آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دو سوال اس بارے میں بھی آئے ہیں۔

☆ (فاضل مقرر نے یہ دونوں سوال نہیں سنائے۔ لیکن جواب کی نوعیت سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ تدوین قرآن کے سلسلے میں ان کی خدمات کیا ہیں۔ اور انہیں جامع القرآن کیوں کہا جاتا ہے؟)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

جب قرآن مجید کی تحریراً تدوین ہوئی تو مورخین نے لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور ان کی وفات تک ان کے پاس رہا۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے جانشین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور پھر مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تو وہ نسخہ ان کی بیٹی ام المومنین' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلا گیا۔ امہات المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سب پڑھی لکھی نہیں تھیں۔ بعض کو صرف پڑھنا آتا اور بعض کو لکھنا دونوں آتے تھے۔ جب کہ بعض امی تھیں۔ اس میں کوئی اعتراض کا پہلو نہیں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی' معدودے چند عورتوں میں تھیں۔ جن کو پڑھنا لکھنا دونوں آتے تھے۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے تیار شدہ نسخہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جانشین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غالباً ان کی شخصیت اور وجاہت کی بنا پر' یہ مناسب نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ ان سے لے لیں۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود حافظ قرآن تھے۔ ان کے پاس ان کا اپنا نسخہ موجود تھا انہیں ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی کہ وہ اس نسخے کو حاصل کریں۔ لیکن ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس کی بنا پر ضرورت پیش آئی کہ وہ نسخہ دوبارہ خلیفہ وقت کے پاس لایا جائے اور اس سے استفادہ کیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غیر معمولی تیز رفتاری سے چار دانگ عالم میں فتوحات ہوئیں تو بہت سے ایسے لوگ جو دنیا طلب تھے' انہیں موقع پرستی کے تحت خیال آیا کہ وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں۔ لیکن حقیقت میں مسلمان نہیں تھے بلکہ وہ منافق تھے اور ان کی کوشش تھی کہ اسلام کو اندر سے ٹھیس پہنچائی جائے اس سلسلے میں وہ قرآن مجید پر بھی حملے کرتے رہے ممکن ہے کہ اس کی کوئی اہمیت نہ رہی ہو لیکن ایک واقعے سے سنگین صورت حال پیدا ہو گئی وہ یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آرمینیا سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی گئی۔ آرمینیا کا تصور غالباً آپ کے ذہنوں میں نہیں ہوگا یوں سمجھ لیجئے کہ شمالی ترکی' جہاں آج کل ارض روم شہر ہے اور ایرانی سرحد کا علاقہ ہے اس علاقے میں ارمنی رہتے تھے یہ علاقہ آرمینیا کہلاتا تھا۔ ابن قسطلانی جو بخاری کے شارح ہیں' وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک فوج جب ارزن روم کے قریب موجود تھی (یہ ارزن روم اب ارض روم بن گیا ہے) تو اس وقت فوج میں ایک حادثہ پیش آیا۔ وہ یہ تھا کہ امام اور مقتدیوں میں بعض آیتوں کی قرات کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ امام نے ایک طرح سے عبارت پڑھی اور حاضرین نے کہا یوں نہیں' یوں ہے۔ ایک نے کہا ہمیں فلاں استاد' فلاں صحابی نے عراق میں یوں پڑھایا۔ دوسرے نے کہا مجھے میرے استاد' فلاں صحابی نے شام میں یوں پڑھایا ہے۔ دونوں اپنی اپنی باتوں پر اڑے رہے۔ قریب تھا کہ تلواریں چلیں اور خون ریزی ہو کہ فوج کے کمانڈر انچیف نے حسن تدبیر سے کام لیتے ہوئے اس فتنے کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ جب وہ فوج مدینہ منورہ واپس آئی تو کمانڈر انچیف حذیفہ بن یمان اپنے گھر میں بچوں کی خیریت پوچھنے سے پہلے' سیدھے خلیفہ کے پاس پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا امیر المومنین! امت محمدیہ کی خبر لیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ تو انہوں نے یہ قصہ سنایا۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً فیصلہ کیا۔ ان میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ کوئی کام ان کے ذہن میں آتا اور فیصلہ کر لیتے تو فوراً اس کی تعمیل بھی کراتے تھے جیسے ہی یہ صورت حال سامنے لائی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی اصلاح ہونی چاہئے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے تیار شدہ جو نسخہ آپ کے پاس ہے'، وہ مجھے مستعار دیجئے۔ استفادہ کرنے کے بعد میں آپ کو واپس کر دوں گا۔ جب وہ نسخہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اسے دوبارہ پرانے کاتب وحی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد کر دیا"۔ اس کی نقلیں تیار کرو اور ان کی غلطیاں رہ گئی ہوں تو ان کی اصلاح کرو۔ قرآن مجید چونکہ عربی زبان کی پہلی کتاب ہے اس لئے ابتدائی زمانے میں

عربی خط میں کچھ خامیاں ہو سکتی تھیں۔ لہٰذا حضرت عثمان ؓ نے یہ ہدایت کی کہ اگر تلفظ کی ضرورت کے لحاظ سے املا میں کچھ ترمیم کی ضرورت محسوس ہو تو ضرور کر دیں۔ یہ بات بھی سمجھا دی کہ عربی زبان مختلف علاقوں میں کچھ فرق بھی رکھتی ہے قبیلہ نجد کے لوگ لفظ کو ایک طریقے سے ادا کرتے ہیں مدینے کے لوگ دوسرے طریقے سے' فلاں جگہ کے لوگ تیسرے طریقے سے اس لیے اگر کسی لفظ کے تلفظ میں اختلاف پایا جاتا ہے تو قرآن مجید کو مکہ معظمہ کے تلفظ کے مطابق لکھو۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت ؓ 'اپنے چند مددگاروں کے تعاون سے' دوبارہ اس پرانے نسخے کو سامنے رکھ کر نقل کرنا شروع کرتے ہیں حضرت عثمان ؓ نے یہ فرمایا کہ اگر کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو وہ واقعہ میرے پاس بھیجو میں خود اس کا فیصلہ کروں گا۔ بدقسمتی سے یہ واقعہ جو ارض روم میں پیش آیا تھا کہ فلاں آیت کے متعلق یا فلاں لفظ کے متعلق فوج میں جھگڑا ہوا' اس کی کوئی تفصیل نہیں ملتی شاید اس جھگڑے کی بنیاد قبائلی بولیوں اور لہجوں کا اختلاف ہو۔ اس قسم کی ایک مثال مجھے یاد آتی ہے قرآن مجید میں "تابوت" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی صندوق ہوتے ہیں اس کا تلفظ مدینہ منورہ کی بولی (Dialect) میں "تابوہ" تھا آخر میں "ہ" کے ساتھ جب کہ مکے کے لوگ "تابوت" "ت" کے ساتھ پڑھتے تھے اس پر کمیشن کے ارکان متفق نہیں ہو سکے۔ یہ اختلافی مسئلہ حضرت عثمان ؓ کے سامنے پیش ہوا تو حضرت عثمان ؓ نے فرمایا کہ "تابوت" بڑی "ت" کے ساتھ لکھو' یہ کوئی بڑی اہمیت کی بات نہیں' لیکن میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ عثمان ؓ کے زمانے میں قرآن مجید کی تدوین ہوئی' اس کی حقیقت کیا ہے؟ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ حضرت عثمان ؓ کے زمانے میں قرآن مجید کی نقلیں تیار کی گئیں املا میں کہیں کہیں ترمیم کی گئی۔ لفظ کی آواز کو نہیں بدلا گیا لیکن اس کی آواز کی املا میں کچھ فرق کیا گیا اس کے بعد اس کے چار نسخے یا ایک روایت کے مطابق سات نسخے تیار کیے گئے۔ حضرت عثمان ؓ کے زمانے میں علمی دیانت داری کا جو معیار تھا اس کے تحت انہوں نے حکم دیا کہ ان ساتوں نسخوں کو ایک ایک کر کے مسجد نبوی میں ایک شخص با آواز بلند شروع سے لے کر آخر تک پڑھے تاکہ کسی شخص کو بھی یہ شبہ نہ رہے کہ عثمان ؓ نے ان میں کہیں تبدیلی کی ہے جب یہ سارے نسخے اس طرح پڑھے گئے اور سب کو اطمینان ہو گیا کہ یہ نسخے صحیح ہیں تو حضرت عثمان ؓ نے اپنی وسیع سلطنت کے مختلف صوبوں کے صدر مقاموں پر وہ نسخے بھیجے۔ حضرت عثمان ؓ کے زمانے کی اسلامی سلطنت کی وسعت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ۲۷ ہجری میں یعنی رسول ﷺ کی وفات کے صرف پندرہ سال بعد اسلامی فوج ایک طرف اسپین میں اور دوسری طرف دریائے جیحوں کو عبور کر کے ماوراء النہر (چین) میں داخل ہو گئی تھی۔ یورپ' ایشیا اور افریقہ' اسلامی سلطنت ان تین براعظموں میں پھیل گئی تھی اس کے بڑے بڑے صوبوں میں قرآن مجید کے یہ نسخے بھیجے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ آئندہ صرف انہی سرکاری مستند نسخوں سے مزید نقلیں لی جایا کریں اس بات کی تائید بھی کی گئی کہ اگر کسی کے پاس کوئی نسخہ اس کے خلاف پایا جائے تو اسے تلف کر دیا جائے اس حکم کی تعمیل کس حد تک ہوئی اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلتا۔

ظاہر ہے یہ ناممکن بھی تھا کہ تین براعظموں کے ہر ہر مسلمان کے گھر میں پولیس جائے اور قرآن مجید کو شروع سے لے کر آخر تک سرکاری نسخے سے مقابلہ کرے اور پھر اس میں کوئی اختلاف نظر آئے تو اسے تلف کر دے تاریخی طور پر ایسے کسی واقعے کا ذکر بھی نہیں ملتا لیکن بہرحال حضرت عثمان ؓ کے زمانے سے آج تک قرآن مجید کے جو نسخے ہمارے پاس نسلاً چلے آ رہے ہیں وہ پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک وہی ہیں حضرت عثمان ؓ نے جو چار یا سات قلمی نسخے مختلف مقامات پر بھیجے۔ ان میں سے کچھ اب تک محفوظ سمجھے جاتے ہیں ثبوت کوئی نہیں' لیکن یہ روایت ہے کہ یہ انہی نسخوں میں سے ہیں ایک نسخہ آج کل روس کے شہر تاشقند میں ہے وہاں کیسے پہنچا اس کا قصہ یہ ہے کہ یہ نسخہ پہلے دمشق میں پایا جاتا تھا جو بنی امیہ کا صدر مقام تھا جب دمشق کو تیمور لنگ نے فتح کیا تو وہاں کے مال غنیمت میں سب سے زیادہ قیمتی چیز کے طور پر حضرت عثمان ؓ کا قرآن مجید کا نسخہ پایا۔ اسے لیا اور اپنے ساتھ پایہ تخت سمرقند لایا اور وہاں اسے محفوظ رکھا یہ نسخہ سمرقند میں رہا تا آنکہ گذشتہ صدی میں روسیوں نے سمرقند کو فتح کر لیا فتح کرنے کے بعد اس نسخہ کو جس کی بڑی شہرت تھی روسی کمانڈر انچیف نے وہاں سے لے کر سینٹ پیٹرس برگ منتقل کر دیا جو آج کل لینن گراڈ کہلاتا ہے روسی مورخ بیان کرتے ہیں کہ اس نسخے کو سمرقند کے حاکم نے روسی کمانڈر کے ہاتھ ۲۵ یا ۵۰ روپے میں فروخت کر دیا تھا ہم نے اسے چرایا نہیں بلکہ خرید کر لائے ہیں بہرحال پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک وہ نسخہ لینن گراڈ میں رہا اس کے بعد' جیسا کہ آپ کو معلوم ہے زار کی حکومت ختم ہو گئی اور کمیونسٹوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت بہت سے روسی باشندے جو کمیونسٹ حکومت کے ماتحت رہنا نہیں چاہتے تھے' روس چھوڑ کر دنیا میں تتر بتر ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص پیرس بھی آئے جو جنرل علی اکبر توپچی کے نام سے مشہور ہوئے۔ میں خود ان سے مل چکا ہوں انہوں نے مجھے اس کا قصہ سنایا۔ کہنے لگے کہ جب زار کو قتل کیا گیا۔ اس وقت میں فوج میں ایک بڑے افسر کی حیثیت سے سینٹ پیٹرس برگ ہی میں موجود تھا۔ میں نے ایک کمانڈو (فوجی دستہ) بھیجا کہ جا کر شاہی محل پر قبضہ کرو اور شاہی کتب خانے میں حضرت عثمان ؓ کا جو قرآن مجید کا نسخہ ہے' تلاش کر کے اسے لے آؤ کمانڈو گیا اور وہ قرآن مجید لے آیا۔ انہوں نے ایک فوجی جنرل کی حیثیت سے ریلوے اسٹیشن پر جا کر وہاں کے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ مجھے ایک ریل کا انجن درکار ہے۔ اس انجن میں قرآن کو رکھا اور اپنے آدمیوں کی نگرانی میں انجن ڈرائیور کو حکم دیا کہ جس قدر تیزی سے جا سکتے ہو جاؤ اور اس انجن کو ترکستان لے جاؤ۔ چنانچہ قرآن مجید کا یہ نسخہ اس طرح ترکستان پہنچ گیا۔ اس کی اطلاع کمیونسٹ فوجی کمانڈروں کو چند گھنٹے بعد مل گئی۔ چنانچہ اس کے تعاقب میں دوسرا انجن اور کچھ افسر روانہ کیے گئے لیکن وہ انجن ان کے ہاتھ سے باہر نکل چکا تھا۔ اور اس طرح یہ نسخہ تاشقند پہنچ گیا۔ جب کمیونسٹ دور میں تاشقند پر روسیوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا تو اس نسخے کو وہاں سے لینن گراڈ

مختل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ چنانچہ وہ نسخہ اب تک تاشقند میں محفوظ ہے۔ زار کے زمانے میں اس قرآن کا فوٹو لے کر ایک کم ہی تعداد پر پچاس نسخے چھاپے گئے تھے۔ ان میں سے چند نسخے میرے علم میں ہیں اور دنیا میں محفوظ ہیں ایک امریکہ میں ہے اور ایک انگلستان میں ہے۔ ایک نسخہ میں نے کابل میں دیکھا تھا۔ ایک کتب خانے میں پایا جاتا ہے میرے پاس اس کا مائیکرو فلم بھی ہے یہ ایک نسخہ ہے دوسرا نسخہ استنبول میں توپ قاپی سرائے میوزیم میں موجود ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے میں نے خود دیکھا کہ اس میں سورہ بقرہ کی آیت فسیکفیکھم اللہ پر سرخ دھبے پائے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون ہے کیونکہ وہ جس وقت تلاوت کر رہے تھے اس وقت انہیں شہید کر دیا تھا۔ تیسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے اس کا فوٹو میرے پاس ہے ۔۔۔ اس پر سرکاری مہریں ہیں اور لکھا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسخہ قرآن ہے ان نسخوں کے خط اور تقطیع میں کوئی فرق نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخے ایک دوسرے کے ہم عصر ہیں یہ نسخے جھلی پر لکھے گئے ہیں 'کاغذ پر نہیں ہیں ممکن ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نسخے ہوں یا اس زمانے میں یا اس کے کچھ ہی عرصہ بعد کے لکھوائے ہوئے نسخے ہوں بہرحال یہ بات ہمارے لیے قابل فخر اور باعث اطمینان ہے کہ ان نسخوں میں اور موجودہ مستعمل نسخوں میں' باہم کہیں بھی 'کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔

۲۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے 'اس کے معنی یہ نہیں کہ انہوں نے قرآن کو جمع کیا اس کی تاویل ہمارے مورخوں نے یہ کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو ایک ہی قرآن پر جمع کیا جو اختلاف لوگوں میں پایا جاتا ہے اس سے ان کو بچانے کے لئے مکہ معظمہ کے تلفظ والے قرآن کو انہوں نے نافذ کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ اجازت دی تھی کہ مختلف قبائل کے لوگ 'مختلف الفاظ کو' مختلف انداز میں پڑھ سکتے ہیں تو اب اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ مکہ معظمہ کی عربی اب ساری دنیائے اسلام میں نافذ اور رائج ہو چکی ہے اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایک قرآن مجید پر جمع کیا۔ خدا ان کی روح پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

سوال ۱ مع جواب۔ میں سمجھتا ہوں کہ

اس کے بعد میں دوسرے سوالوں پر توجہ کر سکتا ہوں۔ ایک سوال حروف مقطعات کے متعلق ہے۔ یعنی قرآن مجید میں بعض جگہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ حروف ہیں مثلاً الم 'حم' صق وغیرہ' معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان الفاظ کی بھی تشریح نہیں فرمائی۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تشریح فرما دی ہوتی تو بعد میں کسی کو جرات نہ ہوتی کہ اس کے خلاف کوئی رائے دے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کم از کم ساٹھ ستر آراء پائی جاتی ہیں الف صاحب یہ بیان کرتے ہیں ب صاحب وہ بیان کرتے ہیں اور یہ چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے۔ اس کا قصہ ابھی ختم نہیں ہوا آج بھی لوگ نئی نئی رائیں دے رہے ہیں لطیفے کے طور پر میں عرض کرتا ہوں۔ ۱۹۳۳ء کی بات ہے میں پیرس یونیورسٹی میں تھا تو ایک عیسائی ہم جماعت نے ایک دن مجھ سے کہا کہ مسلمان ابھی تک حروف مقطعات کو نہیں سمجھ سکے۔ میں بتاتا ہوں کہ یہ کیا چیز ہے؟ وہ موسیقی کا ماہر تھا' کہنے لگا کہ' یہ گانے کے جو لے اور دھن وغیرہ ہوتی ہے ان کی طرف اشارہ ہے کہنے کا منشا یہ ہے کہ لوگ حروف مقطعات کو جاننے کی کوشش کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اپنی حد تک میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے سوائے ایک چیز کے اور وہ یہ ہے کہ ایک حدیث میں کچھ اشارہ ملتا ہے کہ ایک دن کچھ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور پوچھا کہ تمہارا دین کب تک رہے گا؟ کم و بیش اسی مفہوم کے الفاظ انہوں نے ادا کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؟ "الم" تو انہوں نے کہا اچھا تمہارا دین الف (۱) ل (۳۰) اور م (۴۰) یعنی اکہتر سال رہے گا الحمدللہ اکہتر سال بعد تمہارا دین ختم جائے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر "الر" بھی نازل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا از (۲۳۱) سال الر (۲۷۱) سال۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ پر فلاں لفظ بھی نازل ہوا ہے مثلاً حم 'صق وغیرہ ہے۔ یہاں تک کہ یہودیوں نے کہا کہ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتا اور چلے گئے۔ ہو سکتا ہے انہیں پریشان کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جواب دیا ہو لیکن اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی ملتا ہے کہ حروف کی گویا عددی قیمت ہے جس طرح آپ لوگ واقف ہیں کہ الف کے ایک ب کے دو ج کے تین اور د کے چار عدد مقرر ہیں۔ اس طرح عربی زبان میں اٹھائیس حرف ہیں۔ ان سے بہت ہی مکمل طریقے سے ہم ایک ہزار تک لکھ سکتے ہیں تاکہ ہندسے لکھنے میں اگر کوئی غلطی پیدا ہو تو حروف کے ذریعے اسے دور کیا جا سکے یا دو قسم کے ہندسوں کی ضرورت ہو۔ میں نے سنا ہے کہ سنسکرت میں بھی یہ طریقہ موجود ہے لیکن سنسکرت میں حروف، تہجی ۲۸ سے کہیں زیادہ ہیں اور اس میں ایک سے مہاسنکھ تک لکھ سکتے ہیں۔ بہرحال ایک ہزار ہماری ضرورتوں کے لئے کافی ہے یہ تھا حروف مقطعات کے متعلق میری معلومات کا خلاصہ۔ میں معذرت چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ میں آپ کو کوئی معلومات فراہم نہیں کر سکتا۔

۲۲۔ سوال ۳۔ ایک اور سوال ہے' اچھا ہوتا اگر وہ نہ کیا جاتا۔ سوال یہ ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو یہ بات مان لینی چاہئے کہ قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے اس میں مسلمانوں کے لئے زیادہ فخر کی بات ہے اور یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پڑھے لکھے انسان تھے۔

جواب۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا اگر یہ سوال نہ کیا جاتا تو بہتر تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر پڑھے لکھے ہوتے تو کیا آپ کی عزت بڑھ جاتی؟ یا امی تھے تو کیا آپ کی عزت گھٹ گئی؟ باقی قرآن کریم کہتا ہے کہ میں کسی انسان کی تصنیف نہیں ہوں' میں خدا کا کلام ہوں۔ فرشتے اس کے شاہد ہیں۔ خدا شہادت دیتا ہے کہ خدا کا کلام ہے۔ لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (۳۲:۳۱) خود رسول بھی اس میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی ترمیم کر سکتا ہے قرآن نے ایک چیلنج بھی دیا ہے جو میری دانست میں اس کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت ہے وہ چیلنج یہ ہے کہ

قرآن جیسی ایک سورت یعنی کم از کم تین آیتیں لکھنے کی کوشش کرو۔ دنیا کے سارے انسان، سارے جنات کی مدد سے بھی تم نہیں لکھ سکو گے۔ یہ قرآن کا چیلنج تھا۔ اس قرآن کے چیلنج کا آج چودہ سو سال کے بعد کسی نے کوئی ایسا جواب نہیں دیا، جسے لوگ قبول کر سکیں میں سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں یہ کہنا کہ اگر قرآن مجید کسی انسان کی تصنیف ہو، تو اس کی عزت بڑھ جائے گی، میرے نزدیک کوئی یقینی بات نہیں۔ شخصی طور پر مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔

۲۴۔ سوال ۴۔ ایک اور سوال ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی آیت قرآن مجید سے نکال لی جائے تو کوئی حرج واقع نہیں ہوگا کہ اس قسم کی دوسری آیات موجود ہے۔ جس سے اس کا مفہوم ادا ہو سکتا ہے۔ اس کی کمی بیشی کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

جواب۔ اپنے مفہوم کو میں نے شاید ٹھیک طرح سے ادا نہیں کیا یا شاید آپ نے اس کو پوری طرح سمجھا نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ قرآن مجید کی کچھ آیتیں نکال لی جائیں۔ میں تو صرف یہ کہتا تھا کہ قرآن مجید کی جن دو آیتوں کے متعلق یہ روایت آئی ہے کہ وہ دونوں تحریری صورتوں میں نہیں ملیں، ان میں یقیناً کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے کہ اگر وہ اتفاقاً نکل بھی جائیں تو اس سے قرآن مجید کی تعلیم متاثر ہو۔ مثلاً صرف ایک آیت میں یہ ذکر ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرض کیجئے یہ آیت نہ رہے تو اس کا امکان تھا کہ اسلام صحیح صورت میں باقی نہ رہ سکے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جن آیتوں کی طرف مذکورہ روایت میں اشارہ ہوا ہے ان میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ مثلاً یہ عبارت کہ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم۔ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم۔ (۱۹:۱۲۸ تا ۱۲۹) اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نبی ہیں جن کو اپنی امت کے ساتھ بڑی شفقت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی چیز تو ہے۔ لیکن اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ یہ عبارت نہ ہوتی تو اسلام باقی نہ رہ سکے۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ قرآن مجید کی آیتوں کے حذف کرنے کا امکان پایا جاتا ہے ویسے میں آپ سے عرض کروں گا کہ قرآن کی بعض آیتیں مکرر ہیں ایک ہی آیت بار بار آئی ہیں۔ فرض کیجئے کہ ان میں سے ایک حذف کردی جائے تو ظاہر ہے کہ قرآن کی تعلیمات میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ مثلاً سورہ رحمان (۵۵۔۱۳) میں فبای الاء ربکما تکذبان۔ کوئی چودہ بیس مرتبہ آیا ہے ان میں سے اگر ایک جگہ حذف کرکے دو آیتوں کو ایک آیت بنا دیا جائے تو قرآن مجید میں جو چیز انسان کی تعلیم کے لئے آئی ہیں ان میں عملاً کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یہ نہیں کہ اس کا امکان ہے یا یہ کہ یہ مناسب ہے۔ میں یہ بالکل نہیں کہہ رہا ہوں میں تو صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ قرآن مجید کی جس آیت کے متعلق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تلاش کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اسلام کی تعلیم پر موثر ہو۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اور آیتیں بھی موجود ہیں، یہ تھا میرا منشاء۔

۲۵۔ سوال ۵۔ ایک اور سوال ہے کہ قرآن مجید کے جمع کرنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کردار ادا کیا ہے اور جس کی وجہ سے آپ کو، آئمہ حضرات اپنے خطبوں میں، جامع القرآن کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں، آپ نے اپنی تقریر میں، جو قرآن کی تاریخ ہی کے بارے میں ہے، ان کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔ مہربانی فرما کر اس کی وضاحت کریں۔

جواب۔ میں اپنی بات دہراتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایک قرآن پر جمع کیا۔ یہ نہیں کہ انہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا۔ قرآن مجید کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع کیا گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جمع کردہ قرآن کو تحریری صورت دی گئی کوئی نیا کام نہیں ہوا۔

۲۶۔ سوال ۶۔ خواتین کے مبعوث ہونے کے متعلق اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں تو ممنون ہوں گا۔

جواب۔ قرآن مجید میں ایک آیت ہے کہ خدا نے مردوں کو نبی بنا کر بھیجا ہے اور عورت کو نبی بنا کر بھیجے کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے اپنی تقریر میں ابھی ذکر کیا تھا کہ یہودیوں کے ہاں عورت کے نبی ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ خدا کا بیان تو یہ ہے کہ ہم نے کسی عورت کو نبی بنا کر نہیں بھیجا لیکن یہودی کہتے ہیں کہ نہیں، ہمارے ہاں نبیہ عورت ہوئی تھی تو اس کا فیصلہ خدا ہی کرے گا۔ میرے لئے مشکل ہے کہ میں اس کا فیصلہ کروں اور میں سمجھتا ہوں کہ میری بہنیں، جو یہاں موجود ہیں، الحمدللہ سب دیندار مسلمان ہیں اور کوئی بھی نبوت کے منصب کی امیدوار نہیں ہے۔

۲۷۔ سوال ۷۔ قرآن مجید کی وہ کون سی آیت تھی جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں تھی اور اس صحابی کا نام کیا تھا جنہوں نے اس کو فراہم کیا۔

جواب۔ آیت ابھی میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اور اس صحابی کا نام حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بیان کیا جاتا ہے۔

۲۸۔ سوال ۸۔ انجیل برناباس کی صحت کے متعلق آپ کی کیا تحقیق ہے؟

جواب۔ میں سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کی تاریخ میں انجیل برناباس پر بحث کی ضرورت ہے قصہ یہ ہے کہ برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دین قبول کرنے والوں میں سے ایک تھے اور ایک زمانے میں ان کی بڑی اہمیت تھی۔ سینٹ پال کا نام آپ نے سنا ہوگا، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کا دشمن رہا۔ عیسائیوں کو تکلیف دیتا رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا سے سفر کر جانے کے بعد ایک دن اس نے کہا کہ مجھے کشف ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین سچا تھا اور اس دین سے وہ عیسائی بنا مگر لوگوں کو اس پر اعتبار نہیں تھا۔ اکثر لوگ کہتے تھے کہ یہ منافق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں جب یہ ہم کو تکلیفیں دیتا رہا تو اب ہم یہ کیسے یقین کرلیں کہ وہ حقیقتاً کایا پلٹ ہو کر دین دار ہو گیا ہے۔

برناباس، جن کو میں رضی اللہ عنہ کہ

سکتا ہوں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں' مجھے اطمینان ہے کہ یہ پال پکا اور سچا دین دار ہے۔ اس کے کچھ عرصے بعد شریعت القدس میں ایک اجتماع ہوا۔ جہاں اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو قول ہے کہ میں توریت کے ایک شوشے کو بھی تبدیل کرنے نہیں آیا ہوں آیا اس کی من و عن تعمیل کی جانی چاہئے۔ اس قانون کو ہم برقرار رکھیں یا لوگوں کو اپنے دین کی طرف مائل کرنے کے لئے اس میں کچھ نرمی کریں یہ یروشلم کونسل کہلاتی ہے۔ وہاں سینٹ پال کا اصرار تھا کہ اس کو باقی نہ رکھا جائے بلکہ توریت کے سخت احکامات کو نرم کر دیا جائے۔ برناباس نے اس کی مخالفت کی تھی اور اس وقت شدت سے کہا تھا کہ یہ شخص منافق معلوم ہوتا ہے لیکن عیسائیوں نے برناباس کی تازہ ترین شہادت کو قبول نہیں کیا۔ برناباس کو کونسل سے نکال دیا اور سینٹ پال کی ذات کو قبول کیا۔ عہد نامہ جدید کے ایک باب میں صراحت سے لکھا ہے کہ ہم لوگوں کو روح القدس کی طرف سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اب تم پر پرانے احکام باقی نہیں رہے' سوائے چار چیزوں کے' ایک تو یہ کہ خدا کو ایک مانیں' دوسرے یہ کہ اگر کسی بت پر جانور کو ذبح کیا گیا ہو تو اسے نہ کھائیں۔ تیسرے یہ کہ فحش کاری نہ کریں۔ اس طرح کی ایک اور چیز کا بہ صراحت ذکر ہے اس کے علاوہ باقی جتنی پابندیاں اور ممانعتیں تھیں اب وہ تم پر باقی نہیں رہیں۔ چنانچہ اب لوگ' عیسائی دنیا میں' سینٹ پال کی اس رائے پر عمل کرتے ہیں اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ کہ "میں توریت کا ایک شوشہ بھی تبدیل کرنے نہیں آیا ہوں اس کی من و عن تعمیل ہونی چاہئے" اس پر عمل نہیں کرتے۔

۳۰۔ انجیل برناباس' جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے' زمانہ حال کی دستیاب شدہ ایک چیز ہے اس کا کوئی پرانا نسخہ نہیں ملا۔ اور وہ برناباس کی مادری زبان آرامی زبان میں بھی نہیں ہے بلکہ اطالوی زبان میں ہے اور اس کے قلمی نسخے کے حاشیئے پر جابجا عربی الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں عیسائی محققین کا خیال ہے بلکہ اصرار ہے کہ یہ مسلمانوں کی تالیف کردہ جعلی انجیل ہے اور یہ حضرت برناباس کی انجیل نہیں ہے مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے البتہ اس حد تک جانتا ہوں کہ انجیل برناباس کے دو نسخے ایک زمانے میں ملتے تھے۔ ایک وہ جو آسٹریا میں تھا اور جو غالباً اب بھی محفوظ ہے "غالباً" میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھے ٹھیک علم نہیں ہے۔ دوسرا وہ نسخہ جو اسپین میں تھا جب آسٹریا کا نسخہ انگریزی ترجمے کے ساتھ ساتھ شائع کیا گیا تو اسپین کا نسخہ یکایک غائب ہو گیا۔ غالباً اسے ضائع کر دیا گیا۔ بہرحال یہ مختصر سے حالات ہیں۔ مجھے شخصی طور پر انجیل برناباس کے متعلق معلومات نہیں ہیں سوائے اس کے کہ اس میں جابجا ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو اسلامی عقائد سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں اور عیسائیوں کے جو عام عقائد ہیں۔ اس سے بہت کچھ اختلافات رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا اس کو میں شخصی طور پر کوئی زیادہ اہمیت بھی نہیں دیتا کیونکہ میرے مطالعے کا جو موضوع ہے وہ اس سے ذرا ہٹا ہوا ہے مجھے اس سے زیادہ کوئی واقفیت بھی نہیں ہے اور اب سے معافی چاہتا ہوں۔

۳۱۔ سوال ۹۔ سید مودودی نے سورہ الصف کی تشریح میں برناباس کی انجیل پر بحث کی ہے کیا آپ اس کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے۔

جواب۔ یہی کہ مجھے معلومات نہیں ہیں۔

۳۲۔ سوال ۱۰۔ لفظ "فار قلیطس" کے متعلق وضاحت فرمایئے۔

جواب۔ فار قلیطس سے غالباً آپ واقف ہوں گے کہ یہ ایک یونانی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی یونانی زبان میں Director یا رہنما کے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ خیال عام ہے کہ یہ وہ لفظ ہے جس کے معنی احمد کے ہیں یعنی جس کی بہت تعریف کی جائے۔ یہ خیال مسلمانوں میں غالباً اس وجہ سے عام ہوا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین سیرت نگار ابن اسحٰق نے ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر قدیم دینی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ فار قلیطس کا لفظ انجیل میں آیا ہے جس کے معنی احمد کے ہیں۔ یہ تھا خلاصہ اس قصے کا اور میں سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیشن گوئی فرمائی ہو جیسا کہ قرآن (۶۱-۶) نے بھی اس کی تائید کی ہے "ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد' پیر قلیطس اور پارا قلیطس دو یونانی لفظ ہیں ان میں تھوڑا سا فرق ہے۔ پیر قلیطس کے معنی ہوتے ہیں جو حمد و ثناء کا مجسم نمونہ ہے "احمد" اور پارا قلیطس کے معنی ہیں Director یا رہنما۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیش گوئی فرمائی کہ آخری نبی آئے گا جو ہادی ہوگا' یا یہ فرمایا کہ آخری نبی آئے گا جو حمد و ثناء کا مجسم نمونہ ہوگا' تو نتیجہ ایک ہی ہے۔ وہ ایک پیشن گوئی کر رہے تھے کہ میں نے دین کی تکمیل نہیں کی۔ میرے بعد ایک اور نبی آئے گا' وہ اس کی تکمیل کرے گا۔ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس کی تائید انجیل کے بعض دوسرے فقروں سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں "مجھے جلد ہی دنیا سے جانا پڑے گا وہ مزید کہتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ میں یہاں سے جاؤں تاکہ آسمانی باپ تمہیں وہ شخص روانہ کرے جو تمہیں وہ چیزیں بیان کرے گا جو میں اب تک بیان نہیں کر سکا ہوں۔ ایسی بہت سی باتیں تھیں جو مجھے تمہیں بیان کرنا تھیں لیکن تم میں اس کا تحمل نہیں ہے وہ شخص آئے گا جو میری بھی چیزیں تمہیں دوبارہ بیان کرے گا اور وہ قیامت تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ انجیل کی دوسری عبارتوں میں بھی کچھ اس طرح کی باتیں ہیں جن سے اس خیال کو توثیق ہوتی ہے اور یہ گویا خلاصہ ہے میری معلومات کا۔

۳۳۔ سوال ۱۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے کون سے سال میں قرآن مجید کا پہلا نسخہ مدون ہوا۔ یہ کون سا ہجری سال تھا؟

جواب۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے چند مہینے بعد ہی کا واقعہ ہے یہ ۱۱ھ کے اواخر کا زمانہ ہو گا یعنی مسیلمہ کذاب سے جو جنگ ہوئی تھی اس جنگ کے فوراً بعد کا ذکر ہے۔

۳۴۔ سوال ۱۲۔ احادیث مبارکہ میں مختلف آیات کی شان نزول کے متعلق جو بعض

اوقات متعارض روایات ملتی ہیں ان کو کس طرح حل کیا جائے؟

جواب۔ غالباً صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ شان نزول کے متعلق ہی نہیں اور چیزوں کے متعلق بھی اگر احادیث میں اختلاف پایا جاتا ہے' تو جس طرح ہم ان کو حل کرتے ہیں اسی طرح اس کو بھی حل کیا جاسکے گا۔ اولاً- ہم دیکھیں گے کہ یہ روایت صحیح ہے یا وہ روایت صحیح ہے۔ اس کے راوی زیادہ قابل اعتماد ہیں یا اس کے راوی زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ احادیث کے تمام اختلافات رفع کرنے کا یہ طریقہ ہے اس کے متعلق بھی استعمال کیا جائے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ شان نزول کے متعلق جو اختلافات ہیں انہیں کوئی بڑی اہمیت بھی حاصل نہیں ہے۔ ان معنوں میں کہ فرض کیجئے ایک راوی یہ کہتا ہے کہ "اقراء باسم ربک الذی خلق" کے بعد سب سے پہلے سورۃ "الم" نازل ہوئی۔ دوسرے راوی یہ کہتے ہیں کہ نہیں فلاں سورت نازل ہوئی نہ تو اس اختلاف کی میرے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ اس سے صحابہ کی واقفیت کا مظاہرہ ہوتا ہے انہیں جیسا یاد رہا انہوں نے ویسا ہی بیان کردیا۔ اس کے متعلق میں نے حقیقتاً- غور نہیں کیا بھی مطالعہ نہیں کیا۔ اس لئے اس وقت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

۳۵- سوال ۱۳- ام ورقہ رضی اللہ عنہا کون تھیں؟ کیا صرف وہی حافظہ تھیں یا جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حافظہ قرآن تھیں؟

جواب۔ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا ایک انصاری عورت تھیں جو بہت پہلے ایمان لائی تھیں چنانچہ ان کے متعلق لکھا ہے کہ جنگ بدر (۲ھ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں' میں اسلام کے دشمنوں سے جنگ کرنا چاہتی ہوں ان کے متعلق ایک اور روایت ہے جو اس سے بھی زیادہ عملی یا علمی دشواریاں پیدا کرے گی وہ یہ کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ نے ان کے محلے- "اہل دارھا" نہ کہ "اھل بیتھا" کی مسجد کا امام مامور فرمایا تھا جیسا کہ سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل میں ہے اور یہ بھی کہ ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے اور یہ کہ ان کا موذن ایک مرد تھا۔ ظاہر ہے کہ موذن بھی بطور مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوگا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس حدیث کے متعلق یہ گمان ہوسکتا ہے کہ یہ شاید ابتدائے اسلام کی بات ہو اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منسوخ کردیا ہو۔ لیکن اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہیں اور اپنے فرائض سرانجام دیتی رہیں۔ اس لئے ہمیں سوچنا پڑے گا ایک چیز جو میرے ذہن میں آئی ہے وہ عرض کرتا ہوں کہ بعض اوقات عام قاعدے میں استثناء کی ضرورت پیش آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استثنائی ضرورتوں کے لئے یہ استثنائی تقرر فرمایا ہوگا۔ چنانچہ میں اپنے ذاتی تجربے کی ایک چیز بیان کرتا ہوں۔ پیرس میں چند سال پہلے کا واقعہ ہے ایک افغان لڑکی طالب علم کے طور پر آئی تھی۔ ہالینڈ کا ایک طالب علم جو اس کا ہم جماعت تھا' اس پر عاشق ہوگیا۔ عشق اتنا شدید تھا کہ اس نے اپنا دین بدل کر اسلام قبول کرلیا ان دونوں کا نکاح ہوا اگلے دن وہ لڑکی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ بھائی صاحب میرا شوہر مسلمان ہوگیا ہے اور وہ اسلام پر عمل بھی کرنا چاہتا ہے لیکن اسے نماز نہیں آتی۔ اور اسے اصرار ہے کہ میں خود امام بن کر نماز پڑھاؤں کیا وہ میرے اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ میں نے اسے جواب دیا کہ اگر آپ کسی عام مولوی صاحب سے پوچھیں گی تو وہ کہے گا کہ یہ جائز نہیں لیکن میرے ذہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کا ایک واقعہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا ہے اس لئے استثنائی طور پر تم امام بن کر نماز پڑھاؤ۔ تمہارے شوہر کو چاہئے کہ مقتدی بن کر تمہارے پیچھے نماز پڑھے اور جلد از جلد قرآن کی ان سورتوں کو یاد کرے جو نماز میں کام آتی ہیں۔ کم از کم تین سورتیں یاد کرے اور تشہد وغیرہ یاد کرے۔ پھر اس کے بعد وہ تمہارا امام بنے اور تم اس کے پیچھے نماز پڑھا کرو۔ دوسرے الفاظ میں ایسی استثنائی صورتیں جو کبھی کبھار امت کو پیش آسکتی تھیں' ان کی پیش بندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انتخاب فرمایا تھا ہمارے دوست سوال کرتے ہیں کہ کیا اور عورتیں بھی حافظہ تھیں؟ مجھے اس کا علم نہیں' ان معنوں میں کہ حافظ ہونے کا صراحت کے ساتھ اگر کسی کے بارے میں ذکر ملتا ہے تو صرف انہیں کے متعلق۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے متعلق میں نے کبھی کوئی روایت نہیں پڑھی کہ وہ حافظہ تھیں۔ انہیں کچھ سورتیں یقیناً- یاد ہوں گی اور ممکن ہے کہ بہت سی سورتیں یاد ہوں لیکن ان کے حافظہ قرآن ہونے کی صراحت مجھے کہیں نہیں ملی' اس کے سواء اور میں کچھ عرض نہیں کروں گا۔

۳۶ سوال ۱۴- وہ صحابی جن کے پاس ایک آیت کا کچھ حصہ ملا تھا اور ان کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکی شہادت دو شہادتوں کے برابر ہے ان کا نام کیا ہے؟

جواب۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ۔

۳۷- سوال ۱۵- پہلے دو نمازیں فرض تھیں تو بتایئے وہ کون سی تھیں' یعنی ان کا وقت کیا تھا؟

جواب۔ جہاں تک مجھے علم ہے صبح اور شام دو وقت کی نمازیں تھیں۔ بکرۃ و عشیاء نیز بکرۃ و اصیلا کے جو لفظ قرآن مجید میں آتے ہیں ان سے ہم یہ قرار دے سکتے ہیں اور اس کا ذکر بھی آتا ہے کہ چاشت کے وقت' یعنی سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس وقت اسلام قبول کیا جب میں تیسرا مسلمان تھا۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان تھے ایک عورت مسلمان تھی اور تیسرا مسلمان میں تھا۔ تو وہ وقت بھی بیان کرتے ہیں کہ وہ چاشت کا وقت تھا۔ ابتداء صبح و شام دو وقت کی نمازیں فرض تھیں۔ معراج کے بعد پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوگئیں۔

۳۸- سوال ۱۶- قرآن کریم کے نسخے کے متعلق ان احادیث اور آیات کی روشنی میں وضاحت سوقف کیا ہے جو بخاری میں "بئر معونہ" کے واقعے کے ضمن میں فقرانا القرآن اور مسلم میں ابو

موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ ہم فلاں آیت پڑھتے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا......

جواب۔ سوال لمبا ہے۔ اس کا جواب خاصا وقت چاہتا ہے۔ آیا قرآن مجید میں کچھ آیتیں تھیں جو منسوخ ہو گئیں اور اب موجود نہیں ہیں؟ اور یہ بھی کہ قرآن مجید کے موجودہ نسخوں میں کچھ آیتیں ہیں جو منسوخ شدہ ہیں انکے احکام باقی نہیں ہیں۔ اس بارے میں کافی بحثیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو آسانی سے کتابوں میں مل جائیں گی جو چھپ چکی ہیں آپ ان میں دیکھ لیں۔ اس بارے میں صرف ایک اہم چیز کا ذکر کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف جو روایت منسوب کی جاتی ہے اس کا بخاری میں بھی ذکر آیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ بعد والے مجھے کہیں گے کہ میں نے کتاب اللہ میں کسی چیز کا اضافہ کیا ہے تو میں اس عبارت کا اضافہ کرتا' (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ "مرد اور عورت جو بالغ ہیں اور شادی شدہ ہیں وہ زنا کریں تو انہیں رجم کیا جائے۔" کیونکہ اس پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عمل کرتے رہے اور بعد کے زمانے میں اب تک عمل کرتے رہے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی شخص کہے کہ یہ قرآن میں نہیں ہے لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ لوگ میری طرف یہ بات منسوب کریں کہ میں نے قرآن مجید میں کسی چیز کا اضافہ کیا۔ بخاری کے الفاظ میں قرآن کا لفظ نہیں بلکہ وہاں کتاب اللہ کا لفظ ہے کہ کتاب اللہ میں یہ چیز پائی جاتی تھی۔ اس کی بعض لوگوں نے تفسیر کی ہے اور مجھے بھی وہ چیز بھائی ہے کہ کتاب اللہ سے مراد خدا کے احکام (Prescriptions of God) ہیں۔ چنانچہ توریت اور انجیل بھی کتاب اللہ ہیں اور ان میں یہ ذکر آج تک صراحت سے موجود ہے کہ شادی شدہ لوگ (مرد اور ایک اجنبی عورت) زنا کریں تو انہیں رجم کی سزا دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اللہ کے احکام میں یہ چیز پائی جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرایا' لہٰذا اس کو میں قرآن مجید میں داخل کر دیتا" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ نہیں کہ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت پائی جاتی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ "اللہ کے احکام میں یہ چیز پائی جاتی تھی" ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

۳۹۔ سوال ۱۷۔ کیا قرآن کریم کے دور میں' صحابہ کے عہد میں اجتہاد یا ذاتی رائے کا وجود ملتا ہے؟

جواب۔ یہ سوال واضح نہیں ہے کیونکہ قرآن الگ چیز ہے اور صحابہ کا دور بعد کی چیز ہے۔ آپ چاہیں تو مجھ سے شخصی طور پر بعد میں گفتگو کر سکتے ہیں۔

۴۰۔ سوال ۱۸۔ اہل کتاب کی کتابوں سے تفسیر قرآن کا کام کس حد تک لیا گیا ہے؟

جواب۔ قرآن میں جہاں اجمالی بیان آیا ہے' تفصیل نہیں ہے' تو ہماری تفسیروں میں کہیں کہیں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی نبی کا قرآن میں صرف نام آیا ہے اور اگر توریت و انجیل میں تفصیلی قصہ موجود ہے تو اسکو ہمارے مفسروں نے بیان کیا ہے اور ان میں غالباً سب سے اہم نام البقاعی ہے۔ انہوں نے ایک ضخیم تفسیر لکھی ہے جو اب چھپ بھی رہی ہے۔ غالباً آٹھ یا دس جلدیں چھپ چکی ہیں اور ابھی آدھے سے زیادہ چھپنا باقی ہیں وہ اس طرح کے بہت طویل اقتباسات دیتے ہیں۔ قدیم زمانے میں توریت اور انجیل کا عربی ترجمہ ہو گیا تھا۔ جو اس کتاب میں ملتا ہے اگر آپ اس کا مقابلہ بیروت کے حالیہ شائع شدہ توریت اور انجیل کے عربی ترجمے سے کریں تو وہ اتنا بھونڈا ہے اور اس کی عربی اتنی خراب ہے کہ اسے پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ تفسیر البقاعی میں جو آیتیں توریت اور انجیل کی نقل ہوئی ہیں' انہیں اگر کوئی صاحب جمع کریں تو کم از کم ۱۰۰' ۲۰۰ صفحے کی ضخیم جلد بن سکتی ہے۔ ان سے ہمارے مفسروں نے اس کی صحت پر اصرار کئے بغیر استفادہ کیا ہے۔ خود بخاری میں صراحت کے ساتھ ایک حدیث آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اہل کتاب کی باتوں کو تم روایت کر سکتے ہو" ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "تم نہ تو اسے قبول کرو اور نہ اسے رد کرو اور کہو کہ ہم اللہ کی بات پر یقین کرتے ہیں" اگر اس سے استفادہ کیا جائے تو شرعی نقطہ نگاہ سے کوئی امر مانع نہیں۔

جرنیل سپاہ صحابہ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے فرمایا

المرسل تاج محمد حنفی' (وادی چترال کشم)

آج ہمارا ملک جن حالات سے گزر رہا ہے ان حالات میں ہر شخص عدم تحفظ کا شکار ہے۔ ہر طبقہ' ہر گروہ' ہر جماعت واویلا کر رہی ہے۔ شور و غوغہ کئے ہوئے ہے کہ ہمارے حقوق کو غصب کیا جا رہا ہے۔ ہمارے حقوق کو چھینا گیا ہے' ہمارے حقوق ہمیں واپس دلائے جائیں۔ ہر طبقے کی کوئی نہ کوئی تنظیم' کوئی نہ کوئی جماعت' کوئی نہ کوئی فرد موجود ہے جو ان کے مطالبات کو ان کی ضروریات کو' ان کے حقوق کو جو غصب کئے گئے ہیں۔ ان کے لئے تحریک چلائے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے اپنی ہمت' اور اپنی استطاعت کے مطابق ہر فرد' ہر گروہ' اور ہر جماعت کوشاں ہے۔ ایک طبقہ' ایک گروہ' ایک جماعت' دنیا کے اندر ایسی بھی گزری ہے جن کے حقوق کی بات ہم کرتے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ملک میں اگر مہاجر کے حقوق کی بات ہوتی ہے تو کوئی آدمی انہیں تخریب کار اور ملک دشمن نہیں کہتا۔ اگر کوئی پنجاب اور مرکز کے حقوق کی بات کرتا ہے تو کوئی شخص اسے ملک دشمن اور تخریب کار نہیں کہتا اگر کوئی شخص کلرکوں کے حقوق کے لئے تحریک چلائے ہوئے ہے' تو اسے کوئی آدمی نہیں کہتا کہ ہمارا ملک اس وقت خطرات میں گھرا ہے آپ کچھ عرصہ کے لئے اپنے مطالبات کو اپنی (movement) کو ملتوی کر دیں۔

اگر کوئی بندہ جٹ' غیر جٹ' آرائیں' غیر آرائیں اور قومیت اور لسانیت کی بنیاد پر سرائیکی اور غیر سرائیکی' سرحدی' غیر سرحدی' پنجابی' غیر پنجابی' مہاجر غیر مہاجر کے حقوق کی بات کرتا ہے تو اسے کوئی تخریب کار نہیں کہتا۔ اسے کوئی شخص ملک دشمن نہیں کہتا۔ اس جماعت کو حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سندھو دیش کا نعرہ لگانے والے ملک کے وفادار ہیں ملک کے خیر چاہنے والے ہیں' ملک کے خیر خواہ ہیں لیکن اگر ملک کی جماعت سپاہ صحابہ کے قائد مولانا حق نواز جھنگوی" اور ان کی جماعت کے رفقاء' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

بقیہ صفحہ ۹ نمبر پر

پیغمبر ﷺ کے ... بیٹے

سیدنا زید بن حارثہ رض

حفیظ الرحمان طاہر

عکاظ کے تاریخی بازار میں انسانیت نیلام ہو رہی تھی۔ انسان ہی سوداگر تھے انسان ہی خریدار تھے اور انسان ہی کا سودا ہو رہا تھا۔ ایک معصوم اور بے گناہ ننھے سے انسانی جسم کا سودا جس کا نام زید تھا۔ زید یمن کے ایک اہم قبیلے بنی قضاعہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے باپ حارثہ اور ان کی ماں سعدی نے ان کو دنیا کے سرد و گرم کی ہوا تک نہ لگنے دی تھی۔ زید نے انسان کی بے لوث چاہت ہی دیکھی تھی۔ جانوروں کی سی خون آشامی نہیں وہ محبت ہی سے واقف تھے۔ نفرت کے معنی انہیں معلوم نہیں تھے لیکن حالات نے ہولناک پلٹا کھایا اور انسانیت کی خود غرضی و نفرت کا تاریک پہلو پوری ہولناکیوں کے ساتھ ان کے سامنے آگیا۔

بنی قین کے خونخوار ڈاکوؤں نے بنی قضاعہ کے اوپر حملہ کیا اور لوٹ مار کے بے جان سازو سامان کے ساتھ جاندار بچے کو بھی ماں کے سینے اور باپ کے شفیق سائے سے دور گھسیٹ لائے۔ بچہ گوشت پوست کے مرکز کٹتا ہوا شدت درد سے بلبلا اٹھا اس کا ننھا سا دل شق ہونے لگا کلیجہ پھٹنے لگا لیکن پہلی بار اس نے دیکھا کہ دردناک پکار کا جواب بے رحمانہ ٹھوکر سے دیا جا رہا ہے۔ ان کی فریاد سن کر ڈاکو ان کی طرف دوڑے اور ایک بھرپور تھپڑ سے رخساروں کو تمتا دیا نفرت کی یہ چوٹ کھا کر معصوم آواز سہم گئی۔ گناہوں کی خشونت سے مسخ بشروں دلوں کی سیاہی سے تمتمائے ہوئے چہروں آتشیں آنکھوں اور پتھریلے دلوں کے نرغے میں زید کو انسان کا پہلا تجربہ ہو رہا تھا۔ پھر عکاظ کے بازار میں انسانوں کی دوسری ٹولی دکھائی دی ان سب کی شکل آدمیوں کی سی تھیں مگر یہ لوگ آدمیوں اور اس کے درد کو نہ پہچانتے تھے اکی ان گنت آنکھیں زید ہی کو گھور رہی تھیں۔ زید کے گوشت پوست تن و توش، اعضا کی ساخت اور طاقت و توانائی کو آنکھوں میں تولا جا رہا ہے تاکہ جسم میں انسانی غلامی کا بوجھ اٹھانے کی جیسی صلاحیت پائیں ویسے ہی دام لگائیں۔ لیکن کیسی تھیں یہ آنکھیں جو زید کے پورے وجود میں گھسی جاتی تھیں مگر ان کا خونچکاں مجروح سینہ ان کو کسی طرح دکھائی نہ دیتا تھا۔ ڈاکوؤں کی بولی پر سب ہی گوش بر آواز تھے لیکن مظلوم بچے کی خاموش فریاد کسی نے نہ سنی۔ روح کی درد بھری پکار کون سنتا جن کانوں میں خدا کی آواز نہ آئی ہو وہ انسان کی آواز کہاں سن سکتے ہیں۔ لٹیروں کے بعد آدمی کے خریدار کی بھیڑ میں "انسان" کے متعلق یہ زید کا دوسرا تجربہ تھا۔ ویسا ہی امید سوز جیسا پہلا! نہیں بلکہ پوری انسانیت سے مایوس کر دینے والا یاس آفرین تجربہ۔ آخر نیلام کی آخری بولی حکیم بن حزام نامی خریدار پر ختم ہوئی اور انسان فروشی کا یہ صبر آزما مرحلہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ حکیم بن حزام زید کو لئے ہوئے مکے کی شریف، متمول خاتون اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ ؓ کے گھر پہنچے۔ اور غلام کو ان کے حوالے کر دیا جہاں سے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس پناہ میں پہنچنا تھا۔

حضرت خدیجہ ؓ کے سائے میں آکر زید ؓ نے اطمینان کا پہلا سانس لیا لیکن ماضی کی دکھ بھری یادنے یہاں بھی انکی روح کو چین نہ لینے دیا حضرت خدیجہ ؓ کی فطری شرافت نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا تھا کہ ان کے درد کو پہچان لیا تھا مگر اس درد کے درماں کی کھوج ابھی تک باقی تھی۔ نفرت و گناہ کی ٹھوکروں میں گھائل ہونے کے بعد اب شرافت و اخلاق کی اس نئی دنیا میں زید کی روح کو آرام تو مل گیا تھا مگر سکون نہیں۔ گمشدہ ماں باپ کا خلاء کسی طرح پر نہ ہوتا تھا۔ اندر ہی اندر سلگتی ہوئی روح ایک ایسے مرہم کے لئے تڑپ رہی تھی جو دل و جگر کے زخموں کو مندمل کر سکے۔ خود حضرت خدیجہ ؓ کا یہ حال تھا کہ وہ بیوگی کے دن گزار رہی تھیں۔ لیکن نکاح کے بڑے سے بڑے پیغام کو بھی قبول نہ کرتی تھیں مالدار ان سے شادی کے متمنی تھے قبیلوں کے سردار ان کو اپنی شریک زندگی بنانے کا خواب دیکھتے تھے۔ مگر خدیجہ ؓ کو نہ اس سرداری سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ دولت کی جھنکار میں کشش محسوس ہوتی تھی۔ وہ تو جوہر انسانیت کی جویا تھیں۔ وہ ایک ایسے عظیم الشان انسان کی منتظر تھیں جو دولت دل کا بادشاہ اور اخلاق و انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلوں کا سربراہ ثابت ہو سکے۔ اس طرح مالکہ اور غلام، خدیجہ ؓ اور زید ؓ دونوں ہی انسانیت کو ڈھونڈ رہے تھے آخر یہ انسان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ظاہر ہوا۔

وہی خاتون کہ جو بڑے بڑے لکھ پتی سرداروں کو خاطر میں نہ لاتی تھیں۔ انسانیت کے اس جوہر لطیف کے آگے خود ہی جھک گئیں اور خود ہی ہمہ تن سوال بن کر آگے بڑھیں۔ حضور ﷺ سے شادی کے بعد حضرت خدیجہ ؓ اب اس گھر میں داخل ہوئیں جس کو بہت جلد حرم نبوی ﷺ کے روحانی قصر میں تبدیل ہو جانا تھا۔ ان کے ساتھ زید بھی اس انسان کامل کی غلامی میں پہنچے جس کی غلامی کے سامنے ہفت اقلیم بھی ہیچ ہو جانے والی تھیں۔ حضور ﷺ کی قربت میں آتے ہی زید بن حارثہ ؓ کی غمناک روح جیسے غشی سے چونک اٹھی۔

انہیں محسوس ہوا کہ وہ بالکل نئی بالکل مختلف ایک دوسری دنیا میں پہنچا دیئے گئے ہیں جہاں صرف ایک ہی انسان بستا ہے جس کو مکہ والے فرط عقیدت میں اس کا نام لینے کے بجائے کبھی امین کبھی صادق کہہ کر پکارتے ہیں۔ کیسا عجیب و غریب ہے یہ انسان! زید ؓ نے سوچنا شروع کیا جو اپنے خدمت گار کی خدمت کے لئے بے چین رہتا ہے، جو کمزوروں پر فدائی کرنے کی بجائے ان کو خدائے حقیقی کی تعلیم

امانت سمجھتا جب نظر اٹھا کر وہ دیکھتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ ساری دنیا کی محبت اس کی آنکھوں میں سمٹ آئی ہے جب بولتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی دل و جگر پر شبنم پکار رہا ہو جب مسکراتا ہے تو دل ہر غم کو بھول جاتا ہے۔ اور زندگی ایک نامعلوم لذت سے سرشار ہو کر جھوم اٹھتی ہے جو اس طرح بات سنتا ہے جیسے دل کی دھڑکنیں شمار کر رہا ہو۔ اس کے سینے میں میرے باپ کا درد بھرا دل بھی ہے اور میری ماں کی مامتا بھی۔ نہیں وہ تو اس سے بھی زیادہ کوئی شئے ہے اس کو دیکھ کر دل پکار اٹھتا ہے میرے والدین نثار و فدا ہوں تجھ پر۔

یہی وہ انقلاب کا نیا موڑ تھا جہاں زیدؓ نے محسوس کیا کہ کوئی چپکے چپکے اس کا دل خرید رہا ہے۔ ان کو عکاظ کے بازار میں اپنے جسم کے خریدار یاد آئے اور خوف و دہشت سے جھرجھری آگئی انہوں نے اپنے روح و دل کے خریدار نئے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو ان کے بندہ بے دام ہو جانے کا احساس سپردگی اور کیف کا نشہ بن کر ان کے پورے وجود پر چھا گیا۔ دونوں نیلام کتنے مختلف تھے اب تک انہوں نے جن انسانوں کو دیکھا اور برتا تھا یہ نیا انسان ان سے کس قدر الگ کتنا اونچا اور کیا دلکش تھا۔ آخر اس انسانی جاذبیت کا راز سربستہ حل ہونے کا وقت آگیا۔ غار حرا کی تنہائی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام نے ملاقات کی اور خیر و شر کے آخری فیصلہ کن معرکے کی ذمہ داریاں آپ کے شانوں پر آگئیں۔ ایمان کی روشنی میں زیدؓ نے پہلی بار اس عرفان حقیقت میں دیکھا کہ محمد عربی ﷺ کی شخصیت میں ماں باپ کے خالق اللہ تعالیٰ کا لافانی پیار عکس فگن تھا۔

دور یمن کی فضاؤں میں زیدؓ کے والدین اپنے گم شدہ لال کے لئے سالہا سال سے تڑپ رہے تھے کہ یکایک مکے سے آنے والے ایک یمنی نے ان کو یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارا زید محمد عربی ﷺ کے پاس زندہ و سلامت موجود ہے۔ یہ خبر سن کر ماں باپ خوشی کی شدت سے رو پڑے اور فوراً ہی حارثہ اپنے بھائی کعب کو لئے ہوئے حضور ﷺ سے زید کی بھیک حاصل کرنے کے لئے کشاں کشاں مکے میں داخل ہوئے اور پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ ہمارے بیٹے کو آزاد کر کے احسان کیجئے۔ اگر آپ کوئی معاوضہ چاہیں تو بڑی سے بڑی رقم پیش کی جائے۔ تمہارا بیٹا کون ہے؟ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا۔ دل تڑپ اور بے تاب التجاؤں سے لبریز جواب ملا "زید" ایک ساعت کے لئے حضور ﷺ نے کچھ سوچا ایک طرف زید کے ساتھ آپ کی وہ دلی محبت تھی جس نے زیدؓ کو محبوب رسول ﷺ بنا چھوڑا تھا دوسری طرف ایک باپ کی مجبورانہ فغاں تھی جو اسی قیمتی شئے کے لئے مچل اٹھی تھی۔ اپنے درد پر آپ نے پرائے درد کو ترجیح دی اور ایک دل گرفتہ آواز میں ارشاد ہوا اچھا زیدؓ کو بلایا جائے۔ وہ میری طرف سے آزاد ہے تم اپنے بیٹے کو لے جا سکتے ہو۔ اسی وقت زیدؓ بن حارثہ بھی حاضر ہوئے۔ وہ اس وقت ایک نازک ترین جذباتی دوراہے پر کھڑے تھے۔ ایک طرف وہ انسان تھا جس کے خون سے وہ پیدا ہوئے تھے دوسری طرف وہ انسان تھا جو خاندانی اور نسلی اعتبار سے زیدؓ کا کچھ نہیں لگتا تھا لیکن باپ کو ترسی ہوئی بیٹے کی نگاہیں اس بار بھی سب سے پہلے اسی انسان کی طرف اٹھیں جس کو وہ اپنے خدا کا رسول مان چکا تھا۔ خاموش نگاہوں نے اس طرح ادب و احترام کے ساتھ فرماں برداری کا اعلان کیا اور ادب و عقیدت کے ساتھ نظریں فرش خاک پر جھک گئیں۔ یہ ادائے سپردگی قلب رسالت ﷺ نے کتنی شدت سے محسوس کی کوئی نہیں جانتا کوئی نہیں جان سکتا۔ باپ نے کہا زید "کیا تم ہوش میں ہو؟" حیف ہے تم پر تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو باپ کے مقابلے میں اجنبی انسان کو پسند کرتے ہو۔ آخر تمہیں کیا ہوا ہے؟ ہاں میں ہوش و حواس کے ساتھ یہ فیصلہ کر رہا ہوں عرفان و سنجیدگی میں ڈوبی ہوئی آواز میں زیدؓ نے جواب دیا میں نے اس ذات گرامی میں ایسی خوبیاں دیکھی ہیں جو کسی بھی دوسرے میں نہیں ہیں۔ آپ لوگ مجھے بھول جایئے میں اب کسی کا نہیں صرف اللہ اور اس کے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوں۔"

یہ الفاظ زمین و آسمان کے درمیان گونج اٹھے۔ حضور علیہ السلام بیتابانہ زیدؓ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے مقام حجر کے پاس آکر پکار اٹھے۔ لوگو گواہ رہنا زیدؓ آج سے میرا بیٹا ہے۔ رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

با عزت روزگار حاصل کیجیے!
فون ۲۱۱۴۲۹
میٹرک، انڈر میٹرک طلبہ و طالبات گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک یا بذریعہ کلاس چند ماہ کی مدت میں
مندرجہ ذیل کورسز پاس کریں
فاضل عربی
وفاق المدارس سے ایم اے
پی ٹی سی، سی ٹی
A.T.T.C
درس نظامی، میٹرک، ایف اے
بی اے (اوپن یونیورسٹی)
بی ایڈ، ایم ایڈ، ایل ایل بی
الخیر یونیورسٹی
نوٹ: پراسپکٹس اور داخلہ فارم منگوانے کیلئے 25 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیجیں۔
پرنسپل عریبک کالج (رجسٹرڈ) ماہی چوک تاندلیانوالہ فیصل آباد

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی کے قلم سے

علماء کا کردار دستور سازی کی جدوجہد میں

مرسلہ قاری احتشام الحق قاسمی سمندری

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) کو دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی مملکت وجود میں آئی۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان خصوصاً پنجاب کے رہنے والے مسلمان، سکھوں اور ہندوؤں کی بربریت اور مظالم کا جس قدر شکار ہوئے وہ تاریخ پاکستان کا ایک الم ناک اور خونی باب ہے جو تاریخ کے صفحات کو رنگین کئے ہوئے ہے۔ اس اسلامی مملکت کی خاطر لاکھوں مسلمان ترک وطن اور ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور انہوں نے اس مقصد کیلئے جان ومال اور عزت وناموس غرضیکہ ہر قسم کی قربانیاں دیں اور ہزاروں خاندانوں کی بربادی برداشت کی۔ پاکستان کے وجود کا مقصد یہ تھا کہ قرآن وسنت کی اساس پر بنی اس کا دستور اسلامی ہو اور اس مملکت خداداد کے کروڑوں مسلمان اسلامی نظام کی برکات سے مستفید اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہو سکیں۔

دستور اسلامی کا خاکہ

دستور اسلامی کے لئے جدوجہد کا آغاز سب سے پہلے اس وقت ہوا جب شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (جو تحریک پاکستان کے بانیوں کے دست وبازو اور ان کے معاون خاص اور رفیق کار تھے) نے چند اکابر علماء کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان کا دستور کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کرنے کے لئے ایک خاکہ تیار کیا جائے جس کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ اس کام کی انجام دہی کے لئے علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا مناظر احسن گیلانی، ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی کے نام تجویز ہوئے۔ یہ سب حضرات اس وقت پاکستان میں نہیں تھے۔ ان سب کو پاکستان آنے کی دعوت دی گئی۔ سید سلیمان ندوی اس وقت نہ آسکے، دوسرے تینوں حضرات اس وقت آگئے اور انہوں نے وسط ۴۸ء سے ایک دستوری خاکہ مرتب کرنا شروع کردیا۔ الحمدللہ تین ماہ کی مختصر مدت میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی زیر ہدایت یہ خاکہ مرتب ہوگیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفیق خاص مولانا ظفر احمد عثمانی کو اپنی ۱۱جون ۱۹۴۷ء کی دہلی کی ملاقات میں بانی پاکستان جناب محمد علی جناح یہ یقین دہانی کرا چکے تھے کہ "پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ممکن ہی نہیں کہ یہاں اسلامی نظام قائم ہو"۔ (تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی ص ۱۷۹)

جمعیت علمائے اسلام کانفرنس

چنانچہ علمائے کرام کی امیدیں بانی پاکستان سے وابستہ تھیں۔ وہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ مگر ان کے بعد بھی علامہ عثمانیؒ اور ان کے رفقائے کار اور دوسرے اسلامی عناصر نے نظام اسلامی کے قیام کے لئے اپنی جدوجہد کو جاری رکھا اور بعض ارباب اقتدار کی اسلامی نظام کے خلاف زیر زمین کوششوں کے توڑ کے لئے ۹-۱۰ فروری ۱۹۴۹ء کو ڈھاکہ میں جمعیت علمائے اسلام کی ایک کانفرنس بلائی گئی۔ علامہ عثمانیؒ نے اپنے بصیرت افروز "مطبوعہ خطبہ صدارت" میں ارباب حکومت کے عزائم سے پردہ اٹھایا۔ عوام میں علامہ عثمانیؒ کو جو بے پناہ مقبولیت اور مرکزیت حاصل تھی، لیاقت علی خان وزیر اعظم کو اپنے الیکشنوں اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے سلسلے میں اس کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔ خدا تعالیٰ نے علامہ کو ایسا سحر آفریں انداز خطابت عطا کیا تھا کہ لاکھوں کے مجمع کو مسحور کردینا معمولی بات تھی۔ اسکے ساتھ ہی علامہ عثمانیؒ نے اسمبلی کو چیلنج دیا کہ اگر اراکین اسمبلی اسلامی دستور نہیں بنانا چاہتے تو میں اسمبلی سے استعفیٰ دوں گا اور مسلمانوں کو بتاؤں گا کہ تمہیں دھوکہ دیا گیا ہے۔ یہ صورتحال دیکھ کر لیاقت علی خان مرحوم نے علامہ عثمانیؒ سے "قرارداد مقاصد" کا مسودہ تیار کرنے کی درخواست کی۔ علامہ عثمانیؒ نے ان کی درخواست پر مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو ساتھ ملاکر قرارداد مقاصد کا مسودہ تیار کیا جو مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع تھا۔ اس قرارداد مقاصد کو وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم نے ۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا اور ۱۲ مارچ کو اس کی منظوری دے دی گئی۔

روشنی کا مینار

اس موقع پر شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ نے بحیثیت رکن دستور ساز اسمبلی اسمبلی میں مخلصانہ انداز زبردست تقریر کی جو "روشنی کے مینار" کے نام سے طبع ہوئی۔ اس تقریر نے تمام ملک سے ادبی، اسلامی اور سیاسی طور پر خراج تحسین حاصل کیا۔ اس تقریر کا ایک فقرہ یہ ہے کہ:۔

"قرارداد مقاصد کے اعتبار سے جو مقدس اور محتاط تجویز آنریبل مسٹر لیاقت علی خان صاحب نے ایوان ہذا کے سامنے پیش کی ہے میں نہ صرف اسکی تائید کرتا ہوں بلکہ آج بیسویں صدی میں (جبکہ ملحدانہ نظریات کی شدید کشمکش انتہائی عروج پر پہنچ چکی ہے) ایسی چیز کے پیش کرنے پر موصوف کے عزم وہمت اور جرأت ایمانی کو مبارک باد دیتا ہوں" (تجلیات عثمانی) قرارداد مقاصد کی منظوری وزیر اعظم سمیت علامہ عثمانیؒ اور ان کے رفقاء کار کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جو دستور پاکستان کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل

-۴-

بورڈ آف تعلیمات اسلام

دستور اسلامی کے سلسلے میں علامہ عثمانی" عظیم کارنامہ انجام دینے کے بعد ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو اس دنیا سے رحلت کر گئے اور اس کا افسوس رہا کہ ان کی حیات طیبہ میں دستور اسلامی کی ترتیب و تدوین کے اگلے مراحل طے نہ ہو سکے' مگر قرارداد مقاصد میں اس امر کی ضمانت دی گئی تھی کہ پاکستان ایک اسلامی سلطنت ہوگا اور اس کے قوانین اسلام کے مطابق ہونگے اس کی منظوری کے بعد چونکہ پاکستان کا دستور کتاب و سنت کے مطابق بنانا ضروری ہو گیا تھا اور اس عظیم کام کیلئے اسلامی دستور کے ماہرین کی ضرورت تھی' اس کے لئے علامہ عثمانی نے ۱۹۴۹ء میں ایک "بورڈ آف تعلیمات اسلام" کی تجویز پیش کی تھی۔ ارباب حل و عقد نے اس کی منظوری دے دی تھی۔ اس بورڈ کی صدارت کے لئے نظر انتخاب حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی" کے خلیفہ اور جدید اور قدیم علوم کے جامع علامہ سید سلیمان ندوی" پر پڑی۔ سید صاحب اس وقت ریاست بھوپال میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدے پر فائض تھے۔ لیاقت علی خان مرحوم نے اس سلسلے میں ان سے خط و کتابت شروع کی۔ ان دنوں خواجہ شہاب الدین وزیر داخلہ پاکستان خیر سگالی وفد لے کر حج کو گئے تھے اور سید صاحب بھی ہندوستان سے حج کے لیے یہاں آئے ہوئے تھے ان کی وہاں سید صاحب سے متعدد ملاقاتیں ہوئیں مگر ان کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا

بالآخر لیاقت علی خان مرحوم نے مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم کو سید صاحب کے پاکستان آنے اور تعلیمات اسلامی بورڈ کی صدارت قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے بھوپال بھیجا مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم نے سید صاحب کو دستور اسلامی کی تدوین میں تعاون کرنے بلکہ اس کی صدارت و سرپرستی کرنے پر آمادہ کر لیا وہ ۱۹۵۰ء میں پاکستان آگئے اور یہ اہم کام ان کی سرپرستی میں شروع ہوا اس بورڈ کے دوسرے اہم اور ممتاز رکن مفتی محمد شفیع تھے یہ بورڈ ۱۹ اگست ۱۹۴۹ء سے اپریل ۱۹۵۴ء تک تقریباً ساڑھے چار سال قائم رہا اور اس نے بڑی عرق ریزی کے بعد دستور پاکستان کے لئے سفارشات مرتب کیں یہ بورڈ ان دونوں علماء کے علاوہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سابق استاد جامعہ عثمانی دکن' پروفیسر عبدالخالق صاحب مشرقی پاکستان جناب ظفر احمد صاحب انصاری (ناظم)' مولانا جعفر حسین مجتہد پر مشتمل تھا

لاء کمیشن

"بورڈ آف تعلیمات اسلام" کا تعلق صرف دستور کی حد تک تھا پاکستان کے موجودہ قوانین سے اس کا تعلق نہ تھا ۱۹۵۰ء کے آخر میں علامہ سید سلیمان ندوی" کے زور دینے پر مروجہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے ایک لاء کمیشن بھی مقرر کیا گیا جسٹس رشید اور جسٹس میمن کو بحیثیت ماہر قانون اس میں شریک کیا گیا اور علماء میں سے صرف سید صاحب اس کے رکن منتخب ہوئے بعد میں سید صاحب کے اصرار پر ماہر فقہ اسلامی کی حیثیت سے مولانا مفتی محمد شفیع کو بھی کمیشن کا رکن بنا دیا گیا یہ کمیشن دو سال تک کام کرتا رہا۔

لیکن بورڈ آف تعلیمات اسلام کی مرتب کردہ رپوٹ اور سفارشات ارباب اقتدار کی طبع نازک پر گراں گزریں اس لئے ان کو راز سربستہ بنا دیا گیا اور شائع کرنے کی اجازت نہیں دی گی کہ کہیں عوام کو ان سے آگاہی نہ ہو جائے اور اسلام کے نام لیواؤں کا بھرم نہ کھل جائے ارباب اقتدار کی اکثریت نفاذ اسلام کے بارے میں مخلص نہیں تھی اس لئے انھوں نے اپنی دلی خواہش پر پردہ ڈالنے کے لئے اول تو تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی سفارشات کو عوام کے سامنے نہیں آنے دیا' دوسرے علماء کے خلاف یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ وہ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہیں اس لئے لوگوں کے سامنے کوئی اسلامی دستوری خاکہ پیش کرنا بے سود ہے۔

علماء نے یہ چیلنج قبول کیا

مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم کی مساعی جمیلہ سے کراچی میں مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ علمائے کرام کا ایک نمائندہ اجتماع ۲۱'۲۲'۲۳'۲۴' جنوری ۱۹۵۱ء کو مولانا مرحوم کے مکان جیکب لائن کراچی میں منعقد ہوا جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے ۳۱ علمائے کرام نے شرکت کی اور حکومت وقت کے چیلنج کو قبول کر کے اول تو "مختلف الخیال" علمائے کرام کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا ہی کوئی آسان کام نہیں تھا پھر انہیں ایک فارمولے پر متحد کرنا تو اور بھی مشکل کام اور جوئے شیر لانے کے مترادف تھا مگر مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم کے عزم و استقلال اور ان کی بلند ہمتی نے اس مشکل ترین اہم کام کو آسان ترین بنا دیا اور ملک کے مغربی اور مشرقی حصوں کے مختلف الخیال علماء کو ایک جگہ بٹھلانے ہی میں نہیں بلکہ اسلامی مملکت کے لئے ۲۲ نکاتی متفقہ فارمولا مرتب کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ ملک کے تمام مذہبی مکاتب فکر کے ۳۰ مقتدر راہنماؤں نے صرف چار روز میں متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے بنیادی رہنما اصول مرتب کر کے بلاشبہ اتحاد و اتفاق کی بے مثال یادگار قائم کی اور حکومت کے چیلنج کے جواب میں ایسا متفقہ لائحہ عمل تیار کیا کہ اس کا کچھ جواب حکومت وقت سے نہ بن پڑا اور اس کے جواب سے حکومت ہمیشہ کیلئے عاجز ہو کر رہ گئی۔

علماء کے پیش کردہ متفقہ ۲۲ نکات اور دستور اسلامی کے سلسلے کی معیاری سفارشات کی اشاعت سے ایسے لیڈران قوم کے لئے جو علماء کو سیاست اور امور مملکت سے بے بہرہ ہونے کا طعنہ دیا کرتے تھے' غور و فکر کا ایک دروازہ کھل گیا۔ مسٹر پرویز جیسے دانشور جو یہ کہتے تھے کہ "قرآن میں دستور مملکت کے لئے ایک لفظ بھی موجود نہیں" اس کے جواب میں مولانا مفتی محمد شفیع نے "دستور قرآنی" اور مولانا محمد ادریس" نے رسالہ "نظام اسلام" اور کتاب "دستور اسلام" کے عنوان سے لکھی۔ مفتی محمد شفیع نے ۱۲ جولائی ۱۹۵۳ء کے درس قرآن میں سورہ نساء کی صرف آیت نمبر۶ سے ۶ دستوری دفعات کا استنباط فرمایا۔ اسکے علاوہ اٹھائیس دوسری آیات سے مزید دستوری دفعات کو ثابت کیا۔ غرضیکہ حضرات علمائے کرام نے دستور اسلامی کے سلسلے میں قرآن و سنت سے دستور ساز اسمبلی کو اتنا مواد بہم پہنچا دیا کہ سردار عبدالرب نشتر جیسے مخلص افراد نے تو اسلامی دستور کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کر ہی لیا تھا۔ خود مسٹر پرویز نے بھی

وزیر قانون کی حیثیت سے ۱۹۵۶ء کے اس دستور کو پیش کیا جس میں یہ ضمانت دی گئی تھی کہ "پاکستان میں قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی" دستور اسلامی کی تدوین و نفاذ کے سلسلے میں کوشش کرنے والے ارباب اقتدار میں سے لیاقت علی خان مرحوم پیش پیش تھے کیونکہ علماء کا متفقہ فارمولا ان کی پیش کردہ قرارداد مقاصد کے عین مطابق تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے محرومی کے بعد اکتوبر ۱۹۵۱ء میں قوم لیاقت علی خان جیسے مخلص رہنما سے بھی محروم ہو گئی۔

لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد خواجہ ناظم الدین وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائض ہوئے۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم اور سردار عبدالرب نشتر جیسے چند مخلص رہنماؤں کے سوا زمام اقتدار ایسے ہاتھوں میں آنا شروع ہو گئی جو مذہب کو اپنے محلوں سے بہت دور رکھنا چاہتے تھے۔ انہیں ملک اور قوم کے مفاد سے زیادہ اپنا ذاتی مفاد عزیز تھا۔ بالفاظ دیگر پاکستان کے انتظامی ڈھانچے پر نوکر شاہی کی گرفت کا آغاز ہو گیا۔

عظیم الشان کانفرنس

۱۴'۱۵ نومبر ۱۹۵۲ء کو ڈھاکہ میں مولانا احتشام الحق تھانوی ناظم اعلیٰ مرکزی جمیت علمائے اسلام کی زیر صدارت ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں پچاس ہزار علمائے کرام اور ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس عظیم اجتماع نے حکومت کو صاف الفاظ میں بتایا کہ "کوئی ایسا دستور قبول نہیں کیا جائے گا جو اسلام کے نام پر بنایا گیا ہو' مگر اس کی روح سے خالی ہو" دستور اسلامی کے سلسلے کی ملاقات کانفرنس ختم ہوتے ہی اگلے روز خواجہ ناظم الدین' وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے اکابر علمائے کرام کو دعوت نامے جاری کیے گئے۔ ۱۹ نومبر ۱۹۵۲ء کو حسب ذیل دس علماء کو دستور اسمبلی کے بارے میں گفتگو کے لئے کراچی بلایا گیا۔

۱۔ مولانا ظفر احمد عثمانی (ڈھاکہ) ۲۔ مولانا اطہر علی مشرقی پاکستان کشور گنج (ڈھاکہ) ۳۔ مولانا محمد داؤد غزنوی (صدر جمیت اہلحدیث پاکستان' لاہور) ۴۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی (جامعہ اشرفیہ' لاہور) ۵۔ مولانا مفتی محمد حسن (جامعہ اشرفیہ' لاہور) ۶۔ مولانا احتشام الحق تھانوی (کراچی) ۷۔ مولانا شمس الحق فرید پوری (ڈھاکہ) ۸۔ مولانا خیر محمد جالندھری (ملتان) ۹۔ مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) ۱۰۔ مولانا دین محمد (ڈھاکہ)

یہ سب حضرات علمائے کرام رات کو نو بجے پرائم منسٹر ہاؤس پہنچے۔ خواجہ ناظم الدین نے باہر آکر علماء کا استقبال کیا۔ مولانا احتشام الحق تھانوی نے علماء کا تعارف کرایا۔ خواجہ ناظم الدین کے علاوہ اسپیکر لیجسلیٹو اسمبلی مولوی تمیز الدین' سردار عبدالرب نشتر اور ان کے علاوہ دو اور مرکزی وزراء اور سیکرٹری مذاکرات میں ۲ بجے رات تک شریک رہے۔ دستور اسلامی کے نفاذ کے سلسلے میں اشکالات کے تسلی بخش جوابات علماء نے دیئے اور دستور اسلامی کے سیاسی' معاشی اور اقتصادی فوائد سے آگاہ کیا۔ آخر خواجہ صاحب نے علماء کو یقین دلایا کہ علماء اور عوام کی خواہش کے مطابق آئین بنایا جائے گا۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۲ء کو جو دستوری خاکہ اسمبلی میں پیش ہوا وہ کافی حد تک اسلامی تھا۔

علماء کا دوسرا اجتماع

۱۱' جنوری ۱۹۵۳ء سے ۱۸ جنوری تک پھر ان علمائے کرام کا کراچی میں اجتماع ہوا جنہوں نے ۲۲ نکاتی فارمولا مرتب کیا تھا۔ اس میں مولانا ظفر احمد عثمانی' مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا دین محمد ڈھاکہ کو بھی شامل کیا گیا۔ جب کہ مولانا بدر عالم صاحب" مدینہ منورہ چلے جانے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ اس اجتماع میں علمائے کرام نے چند اہم ترمیمات کے ساتھ نئے دستور کی تائید کی اسکے بعد دستور سازی کن مراحل سے گزری۔ "دستوریہ" توڑ دی گئی۔ ۱۹۵۶ء کا آئین پاس ہوا۔ اسے ناکام بنانے کی سازش ہوئی۔ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء آیا پھر تیرہ سال سے زیادہ ملک پر جو حالات گزرے نئے دستور بنائے گئے وہ ایک طویل داستان ہے جس کے بیان کی اس جگہ گنجائش نہیں

بہرحال ۱۹۴۸ء سے لے کر ہر موقع پر علمائے کرام نے اسلامی دستور کے نفاذ کی ہر ممکن طریقہ سے ہمیشہ کوشش کی ہے اور علمائے کرام ہر مرحلہ پر حکومت کو اس پر آمادہ کرتے رہے کہ وہ ملک میں اسلامی دستور نافذ کرے تاکہ پاکستان کا بنیادی مقصد حاصل ہو سکے اور مسلمانوں نے جس ملک کو دو قومی نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا تھا اس میں قرآن سنت کا بول بالا ہو۔

آئین ۱۹۷۳ء

آخر کار علماء کی دیرینہ کوششیں کسی حد تک بار آور ہوئیں اور ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو ایک ایسے آئین کا اعلان کیا گیا جس کی دفعہ ۲۲۷ میں اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ ملک میں جو بھی قانون سازی ہو گی وہ قرآن و سنت کے مطابق ہو گی اور قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون منظور نہیں کیا جائے گا یہ ایک مثبت انداز ہے دفعہ ۲۲۷ کے ضروری الفاظ آگے نقل کیے جا رہے ہیں اور اس کی دفعہ نمبر ا میں ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" قرار دیا گیا ہے یہ نام پہلے ۱۹۵۶ء کے دستور میں تجویز کیا گیا تھا پھر ۱۹۶۳ء میں اسمبلی کے ترمیمی ایکٹ کے ذریعے بھی اسے شامل کیا گیا ہے

یہ بات قابل اطمینان ہے کہ اس ۷۳ء کے آئین میں اسلام کو حکومت کا سرکاری مذہب تسلیم کر لیا گیا ہے آئین کی دفعہ نمبر۲ میں کہا گیا ہے کہ

"اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہو گا (ص ۲۰) لیکن جب تک ملک کے تمام قوانین کو آئین کی دفعہ نمبر ۲۲۸ کے تقاضے کے مطابق اسلامی نہ بنایا جائے گا اور اور ملک میں غیر اسلامی احکام نافذ کرنے کی کھلی آزادی حاصل رہے گی "تو ظاہر ہے کہ اس وقت تک یہ الفاظ بے معنی رہیں گے

نیز ۱۹۷۳ء کے اس دستور میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو علامہ شبیر احمد عثمانی کی مرتب کردہ قرارداد مقاصد جس کو لیاقت علی خان وزیر اعظم نے اسمبلی سے منظور کرایا تھا اسے بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے اس دفعہ میں ایک اسلامی کونسل کے قائم کرنے کو کہا گیا ہے جس کے فرائض میں ایسی سفارشات پیش کرنی ہیں جن پر عمل

کر کے موجودہ قوانین کو بتدریج اسلامی انداز میں ڈھالا جاسکے اس اسلامی کونسل میں سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے دو ججوں کے ساتھ کم از کم چار ایسے افراد ہوں گے جو کم از کم پندرہ سال تک اسلامی ریسرچ کرتے رہے ہوں گے یا اس کا درس دیتے رہے ہوں گے (آئین ص ۹۶)

۷۳ء کے آئین میں اسلامی دفعات کی شمولیت بھی بنیادی طور پر علمائے کرام ہی کی جدوجہد کا ثمرہ ہے جن میں حضرت مولانا مفتی محمود" حضرت مولانا عبدالحق" اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی" کی دستوری جدوجہد بطور خاص دستور سازی کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے

اسلامی ملک میں مغربی جمہوریت

ہمارا ملک ایک اسلامی ملک ہے اور اس میں مغربی جمہوریت کے اس تصور کو نافذ کرنے کی کسی طرح گنجائش نہیں ہے جس میں اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ عوام کو قرار دیا گیا ہے اور عوام کی منتخب کردہ اسمبلی کو قانون سازی کے ایسے اختیارات دے دیئے گئے ہیں جن پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنا آئین جمہوریت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی دستور میں اقتدار اعلیٰ جمہور کے مختلف نمائندوں کو نہیں' اللہ تعالیٰ کے لئے حاصل ہے اور قانون سازی کا سرچشمہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک لہ ہے اور یہ منتخب نمائندے ان ہی حدود میں رہ کر قانون سازی کرسکتے ہیں جو قرآن و سنت کے ذریعے ان کے لئے مقرر کردی گئی ہیں' اس لئے ۷۳ء کے دستور کا دیباچہ ان الفاظ سے شروع ہو رہا ہے کہ:۔

چونکہ تمام کائنات کا اقتدار اعلیٰ صرف خداوند تعالیٰ کی عظیم ذات کو حاصل ہے اس لئے جو اختیارات اپنی حدود میں رہ کر پاکستان کی عوام نے استعمال کرنے ہیں وہ ان کے پاس خداوند تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں۔ "آئین ص ۱۷" دستور پاکستان کے یہ فقرے اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں کہ ہماری اسمبلی کا اقتدار غیر محدود اور غیر مشروط نہیں ہے کہ جس طرح چاہے وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتی رہے اور جو چاہے قانون بناتی رہے بلکہ اس پر قرآن و سنت کی پابندی لازمی ہے اور یہ پابندی خود ۱۹۷۳ء کے دستور کے دیباچہ میں بھی لگائی گئی ہے جس کو اب ترمیم کے بعد دستور میں شامل کرلیا گیا ہے جب اسمبلی پر قرآن و سنت کی پابندی کو خود دستور میں شامل کرلیا گیا ہے تو اس پابندی پر عمل کرنا ۱۹۷۳ء کے آئین پر عمل کرنا ہے جس کی وفاداری کا ہر رکن قومی اسمبلی حلف اٹھاتا ہے۔ اب اس حلف کے خلاف کرنا اور قرآن و سنت سے آزاد ہو کر آئین سازی کرنا آئین پاکستان کی خلاف ورزی اور اس سے غداری کے مترادف ہے۔

مغربی جمہوریت

اس کے علاوہ مغربی طرز جمہوریت میں بھی جس کی نقالی اور پیروی کو ہمارے اسلامی ممالک میں ضروری سمجھا جارہا ہے اس کی اسمبلی کے لئے بھی ہر شعبہ زندگی میں نہ صرف اس شعبے کے ماہرین سے رجوع کرنا بلکہ ان کی رپورٹوں کی پیروی کرنا ناگزیر ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے کوئی بھی شخص متعلقہ شعبے کے ماہرین کی رپورٹ کی پابندی کرنے کو اسمبلی کے اقتدار اعلیٰ پر قدغن قرار نہیں دیتا۔ نہ اسمبلی کے اختیارات کو محدود تصور کیا جاتا ہے' بلکہ اگر اسمبلی ہر شعبے میں اس کے ماہرین کی رپورٹ پر عمل درآمد نہ کرے اور ظاہر ہے کہ اسمبلی کا زندگی کے ہر شعبے کے ماہرین پر مشتمل ہونا ضروری نہیں۔ اب اگر متعلقہ شعبے کے فنی ماہرین کی طرف رجوع بھی نہ کیا جائے اور ان کی رپورٹ کی پیروی کو لازم نہ سمجھا جائے تو زندگی کا تمام نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے۔

دفعہ ۲۲۷

۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۲۲۷ جو حصہ نہم میں "اسلامی شقیں" کے تحت لکھی گئی ہے وہ یہ ہے!

ا۔ موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے طے شدہ اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے گا اور ان اصولوں سے متصادم ہونے والا کوئی قانون منظور نہیں کیا جائے گا۔ (ص ۹۶)

فقرہ نمبرا میں یہ کہا گیا ہے کہ "جتنے قوانین" نفاذ دستور سے پہلے بن چکے ہیں' ان پر اسلامی حیثیت سے نظر ثانی کر کے ان میں ایسی ترمیم کی جائے گی جس سے وہ شریعت کے مطابق ہو جائیں۔ نیز جن مزید اسلامی احکام کو قانونی شکل دینی ہے انہیں مدون کیا جائے گا۔ دوسرا فقرہ یہ ضمانت دے رہا ہے کہ دستور کے نفاذ کے بعد جتنے قوانین وضع ہوں وہ قرآن و سنت کے کسی حکم کے خلاف نہیں ہوں گے۔ جس کا حاصل یہی ہے کہ آئین میں اس کی ضمانت دی گئی ہے کہ پرانے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے گا اور کوئی نیا قانون قرآن و سنت کے طے شدہ اصولوں کے خلاف منظور نہیں کیا جائے گا۔

اسمبلی کی ذمہ داری

اب یہ اسمبلی کی ذمہ داری ہے کہ تمام قوانین کو قرآن و سنت کے موافق بنائے اور قرآن و سنت کے خلاف کسی بھی قانون کو منظور نہ ہونے دے۔ اگر ہماری اسمبلی "اپنی دستوری ذمہ داریوں کو پورا کرے اور پرانے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور قوانین مدون کرنے میں قرآن و سنت کی رعایت کرے اور نئے قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنانے کے ساتھ ساتھ پرانے تمام قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے کی اپنی اس آئینی ذمہ داری کو کماحقہ انجام دے تو پھر یہ اسمبلی بلاشبہ تمام مسلمانوں کی پرانی تمناؤں اور آرزوؤں کو پورا کرنے کی وجہ سے محبوب اور مبارکباد کی مستحق ہوگی"۔

ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے پاس دنیا کے ہر قانون سے زیادہ مستحکم اور مضبوط مبنی بر عدل و انصاف اور قانون ہر شعبہ زندگی کے لئے موجود ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی قانون کو نافذ و جاری کئے بغیر دنیا عدل و انصاف اور امن و سکون سے ہم کنار نہیں ہو سکتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قانون کو قرآن و سنت کی روشنی میں جدید تقاضوں کے مطابق مدون و مرتب کردیا جائے اور عصر حاضر میں جو نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں ان کا حل بھی قرآن و سنت

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

علامہ

جانشین فاروقی شہید — قائد سپاہ صحابہ

علی شیر حیدری کا خطاب لاجواب

بمقام پسرور

برادران اسلام ' عزیزان ملت ' واجب الکرم علماء کرام اور سپاہ صحابہ پسرور کے غیرت مند ' اور اہل شعور دوستو!

آج یکم نومبر 1997ء کو پہلی بار آپ کے ہاں حاضری کا موقع ملا اور دل چاہتا تھا کہ تفصیلی گفتگو آپ کے ساتھ ہو سکے لیکن اتفاق ایسا ہے کہ وقت بہت ہی کم ہے اور آگے پروگرام آپ کو قائد سپاہ صحابہ پنجاب حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بتلا چکے ہیں۔ اگر اللہ نے زندگی دی تو انشاء اللہ تفصیلی ملاقات پھر ہو گی (انشاء اللہ)

آج جو عنوان ہے صدیق اکبر ؓ

اسی عنوان کے مطابق چند گذارشات پیش کرتے ہوئے اور امام الصحابہ ؓ سیدنا صدیق اکبر ؓ کو سلام عقیدت پیش کرتے ہوئے آج آپ سے اجازت چاہوں گا۔ زندگی رہی تو انشاء اللہ پھر سہی۔

میرے دوستو! آج کے اس پروگرام کا عنوان ہے صدیق اکبر ؓ اور صدیق ؓ کون ہوتا ہے؟ پوری دنیا جانتی ہے کہ جب صدیق اکبر ؓ کہا جائے تو دوست بھی دشمن بھی ' سبھی ' یہی سمجھتے ہیں کہ یہ امام الصحابہ ؓ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ ؓ ہیں (جو مختصر گذارشات میں کروں۔ اس میں آپ توجہ کے ساتھ بیٹھ کر میرے ساتھ بولتے چلے گئے تو میں عرض کر سکوں گا۔ اگر آپ چپ ہو گئے تو میں بھی چپ کر کے بیٹھ جاؤں گا (ٹھیک ہے) جو بولیں گے وہ ہاتھ کھڑا کریں (نعرہ تکبیر..... اللہ اکبر) توجہ توجہ....... مجھے اپنے نعروں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے نام کا نعرہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں صرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں تاکہ میں آگے سفر کر سکوں اور بات وضاحت سے عرض کر سکوں۔

میرے دوستو! جب صدیق اکبر ؓ کہا جائے تو پوری دنیا اس سے مراد حضرت ابوبکر ؓ صدیق ہی سمجھتی ہے اور واضح مفہوم یہی ہوتا ہے اور اب صدیق کہتے کسے ہیں؟ اور ابوبکر صدیق کہا کس نے ہے؟! اس پر مختصر گذارشات پیش کرتا ہوں۔

عزیز دوستو! ابوبکر صدیق ؓ کس نے کہا ہے؟ اور صدیق ؓ کا درجہ کیا ہوتا ہے؟ اول تو یہ سمجھئے کہ درجہ کیا ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے کلام مقدس میں تعلیم دی ہے اور ہم ہر نماز میں دعا کرتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرما اور پھر اس صراط مستقیم کی توضیح بھی ہوتی ہے کہ صراط الذین انعمت علیھم اے اللہ! یہ سیدھا راستہ ان لوگوں والا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا جن پر تو نے نوازشات فرمائیں۔ جن پر تو نے کرم فرمایا۔ اے اللہ! ہمیں ان والا راستہ دکھا۔ آگے ہے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اے اللہ! وہ لوگ جن پر تیرا انعام ہوا۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہ ان پر تیرا غضب ہوگا اور نہ غضب ہوا اور نہ گمراہ ہوئے ناراضگی سے بھی محفوظ اور گمراہی سے بھی محفوظ (توجہ) وہ جو ہدایت یافتہ جن پر اللہ کا انعام ہے وہ لوگ ایسے ہیں کہ وہ اللہ کے غضب سے بھی محفوظ ہیں۔ ضلالت سے بھی محفوظ ہیں۔ غضب بھی ان کے قریب سے نہیں گزرتا۔ ضلالت بھی ان کے قریب سے نہیں گزرتی۔ ولا الضالین اور ضالین بھی نہیں ہیں۔ وہ غضب سے بھی آزاد ہیں اور ضلالت سے بھی پاک ہیں اب قرآن سے پوچھتے ہیں وہ لوگ کون ہیں؟ جن پر اللہ کا انعام ہے۔ اللہ کے قرآن نے اعلان فرمایا کہ و من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء والصلحین و حسن اولئک رفیقا (سبحان اللہ) انعم اللہ علیھم اور صرف انعمت علیھم اے اللہ! جن پر تو نے انعام فرمایا اب قرآن کہتا ہے لوگو اگر انعام والوں کا راستہ مانگتے ہو تو پہلے ذرا معلوم کر لو کہ انعام کن پر ہے پھر اگر پسند آئے تو انعمت والی دعا بھی پڑھنا اھدنا الصراط المستقیم بھی پڑھنا اگر تمہیں وہ پسند نہ آئے تو پھر یہ سوال چھوڑ دو اور چونکہ راستہ ان والا ہوگا۔ جس پر یہ لوگ ہوں گے صراط مستقیم وہ ہوگا۔ اللہ کے منعم علیھم بندے یہ ہیں وہ کون؟ قرآن نے کہا انعم اللہ علیھم من النبیین انعام اول انبیاء کو ملا۔ آدم علیہ السلام آ رہے ہیں یہ بھی انعم اللہ علیھم میں ہیں۔ نوح علیہ السلام آ رہے ہیں۔ یہ بھی انعم اللہ علیھم میں ہیں یہ ابراہیم علیہ السلام آ رہے ہیں انعم اللہ علیھم میں ہیں۔ اسماعیل آ رہے ہیں انعم اللہ علیھم میں ہیں۔ داؤد علیہ السلام آ رہے ہیں۔ انعم اللہ علیھم میں ہیں۔ منھم من قصصنا علیک و منھم من لم نقصص علیک سارے کے سارے انبیاء انعم اللہ علیھم میں ہیں لیکن جناب مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے ہیں یہ درجہ پورا ہو گیا۔ یہ وحدت پوری ہو گئی۔ یہ لسٹ پوری ہو گئی۔ فرمایا یہ تعداد پوری ہو گئی۔ فرمایا ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن الرسول اللہ و خاتم النبیین بارگاہ نبوت سے آواز آئی کہ انا خاتم النبیین لانبی بعدی (سبحان اللہ) اب میں نے قرآن سے پوچھا۔ انبیاء کرام والا راستہ ٹھیک ہے انبیاء کرام تو ہمیں بہت ہی محبوب ہیں ہمیں یہ بات پسند آئی ہے اسلئے ہم تو دعا مانگیں گے۔

اھدنا الصراط المستیم - صراط الذین انعمت علیھم

وہ راستہ دکھا جو ان لوگوں کا والا راستہ ہے جن پر تیرا انعام ہے وہ مجھے پسند ہے میں رب سے دعا مانگوں گا کیونکہ اس راستے پر تو انبیاء ہیں قرآن کہتا ہے ذرا دوسرا طبقہ بھی میں تجھے دکھا دوں۔ انبیاء کے بعد پھر ایک درجہ اور رب میں نے کہا وہ کون سا درجہ فرمایا۔

انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین

میرے دوستو! قرآن پاک نے کہا کہ انبیاء کے بعد اس راستے پر صدیقین کھڑے ہیں اگر صدیق پسند آئے تو یہ راستہ مانگنا اگر صدیق تجھے پسند نہ آئے تو پھر مانگنے کی ضرورت نہیں۔ یہ نہیں ہے کہ تم مانگو اور رب پیش کردے اور تم نہ چلو تو پھر ڈبل منافق بن جاؤ گے۔ **اھدنا الصراط المستقیم** پڑھو اور پھر تمہیں صراط المستقیم پر صدیق نظر آئے۔ پھر شرمندہ ہو کر واپس ہونا پڑے۔ ادھر بھی منافق ہو گے۔ ادھر بھی منافق ہو گے۔ یہ بات آپ نے نہیں سمجھی' ابھی ذرا وضاحت کرتا ہوں ہندو ہے' یہودی ہے' عیسائی ہے' اپنی جگہ رہے' کافر رہے' ہندو رہے' سکھ رہے' عیسائی رہے' زندگی کا حق باقی رکھتا ہے (توجہ) وہ مسلمانوں کو فدیہ ادا کر کے رہ سکتا ہے۔ ہندو' سکھ' یہودی' عیسائی زندہ رہ سکتا ہے اور جب اس نے کہا' **اھدنا الصراط مستقیم** اور یہ اسلام میں آ رہا ہے۔ اسلام میں یہ آیا۔ اس نے کلمہ پڑھا لیکن وہاں اس کو صدیق نظر آیا۔ واپس لوٹ پڑتا ہے' یہودیت سے آیا تھا' واپس جاتا ہے' یہودیت بھی قبول نہیں کرتی' عیسائیت سے آیا تھا' واپس جاتا ہے' عیسائیت قبول نہیں کرتی' ہندومت سے آیا تھا' واپس جاتا ہے ہندومت قبول نہیں کرتا سکھ مذہب سے آیا' واپس جاتا ہے سکھ مذہب قبول نہیں کرتا۔ اب نہ یہ ہندو بن سکتا ہے' نہ یہ سکھ بن سکتا ہے' نہ یہودی بن سکتا ہے' نہ عیسائی بن سکتا ہے' اب اس کا نام مرتد ہے' پہلے یہ جینے کا حق رکھتا تھا' اب اس کے لئے حکم ہو گا **من ارتد فاقتلوہ** (نعرے)

میرے موضوع سے باہر نعرہ نہیں ہونا چاہیے۔ جب بات آئے تو کوئی روک نہیں سکتا (سبحان اللہ) ابھی میں عظمت صدیق ؓ بیان کر رہا ہوں۔

میرے دوستو! میں عرض کر رہا ہوں' قرآن کہتا ہے کہ پہلے دیکھ لو' اس راستے پر نبی ہوتے ہیں اور جب انبیاء کی نبوت پوری ہو جائے تو پھر یہاں صدیق ہوتے ہیں' کون ہوتے ہیں؟ صدیق ؓ' اگر صدیق ؓ کے راستے پر نہیں آنا تو کلمہ نہ پڑھنا' ہندو رہو گے جینے کا حق تو ہے' یہودی رہو گے جینے کا حق تو ہے اگر ادھر آئے تو پھر واپس لوٹے یہ حق بھی گنوا بیٹھو گے۔ اب صدیق ؓ کو دیکھا اور ہمیں یہ راہ پسند آئی' صدیقین کو دیکھا یہ راہ پسند آئی' عرض کیا **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** اے رب! ہمیں صراط مستقیم عطا فرما دے۔ یہ ان لوگوں کی راہ ہے کہ جس پر تیرا انعام ہوا ہے۔ اللہ ہمیں قبول ہے۔ اس پر نبی ہوتے ہیں۔ اس پر صدیق ہوتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے ٹھہر ٹھہر! (سبحان اللہ) اس راستہ پر آنے کے بعد پھر سر ہتھیلی پر رکھنا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ کلمہ پڑھ لے اور بزدل بھی رہے یہ نہیں کہ کلمہ بھی پڑھ لے بے غیرت بھی رہے' یہ نہیں کہ کلمہ بھی پڑھ لے اور محمد عربی ﷺ کی عزت پر کٹنا بھی گوارہ نہ کرے۔ یہ نہیں کہ کلمہ بھی پڑھ لے اور رب کے ساتھ جان و مال کا سودا بھی نہ کرے۔ **والشھداء** اگر تو تیار ہے اس راستہ پر آنے والے جان ہتھیلی پر رکھ کر آتے ہیں' پسند ہے تو آ ورنہ پیچھے ہٹ (سبحان اللہ) اور فرمایا حضور اکرم ﷺ نے آدمی اسی طرح زندگی گزارتا ہے کہ زندگی گزر گئی شہادت کی تمنا نہیں دل میں' **فلیمت یھودیا او نصرانیا** تو قرآن کہتا ہے اگر آتا ہے تو

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے\
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

یہ راستہ شہیدوں کا راستہ ہے اگر پسند ہے تو دعا بھی کر لو پسند ہے تو پڑھو' **والشھداء** (سبحان اللہ) قرآن کہتا ہے اس راستہ پر آنے والے وہ ہیں جو جان ہتھیلی پر رکھ کر آئیں یہ راستہ قبول ہے؟ قبول ہے' ہاں ہاں اللہ ہمیں راستہ قبول ہے' جان سے ہاتھ دھوتے ہیں' ہم سر ہتھیلی پر رکھ کر آئے ہیں' ہمیں قبول فرما **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** ہمیں یہ راستہ عطا فرما دے۔ نبیوں والا راستہ ہے ہمیں پسند ہے صدیقوں والا راستہ ہے ہمیں پسند ہے اللہ ہمیں عطا فرما۔ قرآن کہتا ہے ٹھہر **انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین** فرمایا اس راستے پر آنے والے یہ بھی عہد کرتے ہیں کہ زندگی اپنی مرضی سے نہیں گزاریں گے صالح ہوں گے فاسق نہیں اللہ اور رسول ﷺ کے فرماں بردار ہیں گے نافرمان نہیں یہ نہیں کہ نبی ﷺ ساری زندگی کٹا رہے اور تم نہ آؤ نبی ﷺ کی صورت تمہیں دیکھ لینی چاہیے سیرت تمہیں دیکھ لینی چاہیے پھر یہ ہو کہ نبی ﷺ کا حکم آئے اور تم نہ مانو پھر تمہیں شرمانا پڑے پہلے دیکھ لو یہ راستہ صالحین والا راستہ ہے اس راستہ پر فرماں بردار آتے ہیں اس راستہ پر آنے کے بعد نماز بھی پڑھنی ہوگی۔ روزہ بھی رکھنا ہوگا زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی تمہیں بھی حج کرنا ہوگا اس راستہ پر آکر تمہیں جہاد کرنا ہوگا والصالحین فرائض تو اپنی جگہ واجبات تو اپنی جگہ سنن کی پابندی کرنی پڑے گی۔ ہاں ہاں اس راستہ پر آکر تمہیں صورت محمدی ﷺ اپنانی پڑے گی۔ سیرت محمدی ﷺ بنانی پڑے گی۔ شادی ہو' غمی ہو' خلوت ہو' جلوت ہو' پہلے تمہیں دیکھنا پڑے گا کہ نبوت سے ہمیں سبق کیا ملا ہے؟ اس طریقہ پر چلنا ہو گا۔ اگر یہ معاہدہ کرتے ہو اب دعا کر لو۔ یہ دیکھ کر پسند کرو۔ راستہ پسند ہے؟ (پسند ہے) اب کہو **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا لضالین** رب نے فرمایا پھر بات واضح ہے جب تم اس پر آؤ گے۔ تو ان میں سے کسی جماعت میں تمہیں جگہ مل جائے گی لیکن نبوت ملنا بند ہو چکی ہے۔ ہاں نبوت کے سائے میں بیٹھ جاؤ شفاعت والی چادر میں آ جاؤ گے نبوت کے سائے میں بیٹھ جاؤ گے۔ تمہیں اس میں کہیں جگہ مل سکتی ہے۔ اس میں سے کسی جماعت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (توجہ) اور جب داخل ہو گئے تو **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** نہ تم پر غضب ہو گا اور نہ تمہارے پاس گمراہی آئے گی۔ ہاں تم سے غضب بھی دور تم سے ضلالت بھی دور اور اللہ کہے گا کہ تم میرے ولی ہو۔ قرآن اعلان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا ولی تم اللہ کے ولی

اور پھر اعلان کرے گا الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اب خوف نہیں آئے گا اب حزن نہیں آئے گا' خوف تو تب ہو کہ جب غضب ہو یا ضلالت ہو' گمراہی ہو' پھر اللہ کی طرف سے سزا ہو۔ جب یہ غضب سے بھی پاک' ضلالت سے پاک ہیں۔ پھر لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

میرے دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ پاک نے منعم علیھم کے جو درجات بتلائے' پہلے بتلائے' اول نمبر انبیاء' من النبین والصدیقین اور نبی کے بعد صدیق (دور سے) نبی کے بعد صدیق واسطے کے یا بغیر واسطے کے (بغیر واسطے کے) بھائی بالکل نہیں بلا فصل یہ ہے۔ نیابت یہ ہے خلافت' یہ ہے' یہ ہے نبوت کی نوکری' یہ ہے نبوت کی خدمت یہ ہے نبوت کی صحبت' نبی کے پیچھے صدیق رضی اللہ عنہ میں نے وہاں دیکھا کہ طائف میں نبی جا رہے ہیں پیچھے صدیق آ رہے ہیں۔ میں نے ادھر دیکھا کہ سفر میں نبی جا رہے ہیں۔ صدیق پیچھے آ رہے ہیں۔ میں نے تو بدر میں دیکھا کہ نبی جا رہے ہیں۔ پیچھے صدیق آ رہے ہیں' احد میں دیکھا کہ نبی جا رہے پیچھے صدیق آ رہے ہیں' اور مجلس میں دیکھا نبی آ رہے ہیں پیچھے صدیق آ رہے ہیں' حضر میں دیکھا نبی ﷺ تشریف فرما ہیں پیچھے صدیق آ رہے ہیں' اور پھر مسجد پر دیکھا کہ یہ نبی جا رہے ہیں پیچھے صدیق آ رہے ہیں' منبر پر دیکھا کہ نبی جا رہے ہیں پیچھے صدیق آ رہے ہیں' اور اسلامی حکومت میں دیکھا کہ نبی آ رہے ہیں نبی کے بعد پیچھے صدیق آ رہے ہیں' وہ تاریخ نے بتلایا وہ حدیث نے بتلایا وہ لوگوں نے بتلایا جب قرآن کھولا تو رب نے بتلایا کہ من النبین والصدیقین یہ نبی جا رہے ہیں پیچھے صدیق آ رہے ہیں (سبحان اللہ)

میرے دوستو! نبی کے بعد صدیق ہے اور ایک وہ صدیق جو اپنے آپ کو کہیں ایک وہ ہے جس کو ماں باپ نام رکھیں اور ایک وہ صدیق ہے بچے کو کیوں مارا ہے؟ (توجہ) بچے کو کیوں مارا ہے؟ فلاں بچہ رو رہا ہے شوہر سے بچے کو کیوں مارا؟ اس وجہ سے کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں لے گیا تھا کہ بتوں کو سجدہ کرے اور یہ نیک بنے گا۔ میں نے کہا کہ بیٹا اس کو سجدہ کر اس سے مراد مانگ۔ یہ چپ کر کے کھڑا ہے۔ میں نے سمجھا کہ بچہ شرما رہا ہے۔ میں باہر گیا باہر کھڑا ہوں۔ تھوڑی دیر ہوئی شور کی آواز آئی میں جب اندر گیا تو دیکھا کہ چھوٹا بت اس نے اٹھایا ہوا ہے۔ اس کی ٹانگیں پکڑی ہوئی ہیں اور بڑے بت کے سر میں مار رہا ہے۔ میں نے اس پر ناراض ہو کر اس کو تھپڑ مارا ہے کہ یہ ہمارے خداؤں کی بے عزتی کرتا ہے۔ اب بچے نے کہا: نہ ابی جان! ابو نے جب مجھے کہا کہ یہ خدا ہے۔ یہ سب پر قادر ہے اس کے سامنے جھک جاؤ تو میں نے اس سے کہا کہ روٹی کھلاؤ اور وہ خاموش کھڑا تھا میں نے کہا کہ پانی پلا دے وہ خاموش کھڑا تھا (سبحان اللہ) ویطعمنی ویسقین یہ تعلیم آ رہی ہے سننے نہ سہی لیکن کسی طریقے سے رب نے دل میں ڈالی ہوئی ہے ہدایت تو اس کے ہاتھ میں ہے یہ پہلے کی بات ہے۔ ابھی قرآن نہیں آیا میں نے کہا کہ پانی پلا یہ وہ چپ کھڑا تھا۔ میں نے کہا کہ نہ یہ مجھے روٹی دے سکتا ہے' نہ پانی دے سکتا ہے' نہ مجھے کپڑے دے سکتا ہے' نہ میری کوئی مصیبت حل کر سکتا ہے تو میں نے چھوٹے بت کو اٹھایا میں نے کہا...... دیکھ اب میں تجھے ماروں گا اور اپنی جان بچا! تو پھر بھی وہ خاموش کھڑا ہے۔ ابی جان پھر میں نے زور سے کر مارا وہ گر گیا۔ اس نے آواز بھی نہیں نکالی۔ چیخ و پکار بھی نہیں کی' اس میں تو اتنی سکت بھی نہیں تھی۔ اب یہ ابو جان آئے۔ انہوں نے مجھے تھپڑ مارا' بتاؤ کیوں مارا؟ امی جان کہتی ہیں۔ اپنے شوہر سے کہ بات سنو آئندہ اس بچے کو کچھ نہ کہنا۔ ابو کہنے لگے کیوں نہ کہوں؟ یہ خداؤں کی بے عزتی کرتا ہے۔ امی جان کہتی ہیں نہیں نہیں' خداؤں کی بے عزتی کا مسئلہ چھوڑو کہ جب یہ بچہ میرے پیٹ میں تھا تو اس وقت میں ایک آواز سنا کرتی تھی' نظر کوئی نہیں آتا تھا' غائب سے آواز آتی تھی' البشری لامن العتیق' اسمه فی السماء صدیق' محمد صاحب و رفیق (الخ)

ایسے بچے کی مبارک ہو جو عتیق ہو گا کیا ہو گا؟ یہ کسی اور کی غلامی نہیں کرے گا۔ بتوں کے سامنے نہیں جھکے گا۔ وہ وقت تھا اور ادھر مصطفیٰ کی آواز آتی ہے۔ انت عتیق اللہ من النار اور فرمایا کہ یہاں تو عتیق ہو گا اور اسمه فی السماء' صدیق صدیق آج سے آسمانوں میں اس کا نام صدیق مشہور ہے۔ ابھی دنیا میں آیا بھی نہیں' پیٹ میں تھا جب یہ آواز سنتی تھی ایک جملہ آگے بھی تھا۔ جو مجھے سمجھ نہیں آتا وہ یہ ہے..... کیا؟ وہ جملہ تھا محمد صاحب و رفیق وہ محمد کا صحابی ہو گا محمد کا رفیق ہو گا۔ مجھے پتہ نہیں وہ محمد کون؟ محمد صاحب و رفیق وہاں عتیق آیا اور یہاں انت عتیق اللہ من النار کا خطاب آیا۔ وہاں محمد و رفیق آیا اور یہاں قرآن نے کہا اذ یقول لصاحبه لا تحزن (الخ)

بھائی وقت نہیں میں دو چار باتیں عرض کروں۔ اب تو ٹائم نہیں رہا۔ ہائے پھر بس بس کر دیں (نہیں) یہ بات تو ختم ہونے کی نہیں بہت آگے جا رہی ہے۔ مجھے یوں نظر آ رہا ہے۔ کہ فضائل صدیق کی ساری باتیں آگے سر نکال کر وہ بات کہتی ہے کہ مجھے بیان کر دے' یہ بات کہتی ہے مجھے بیان کر دے۔ (سبحان اللہ) ابھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دنیا میں نہیں آئے۔ بات ہے صدیق کی کہ پہلے صدیق کی صداقت کا اعلان ہو رہا ہے اور جب آتے ہیں تو حضور پاک ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ اعلان فرماتے ہیں والذی جاء بالصدق کا سلسلہ چلتے ہیں تو وصدق بہ حضور پاک ﷺ کی تصدیق کے لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صدق بن کر آتے ہیں اور جب حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں میں اور کیا بیان کروں' ادھر ہی توجہ فرمائیے شب معراج جب حضور ﷺ سیر کر کے واپس آئے تو ابو جہل والوں نے پیغمبر کی بہت مذاق اڑایا جا کر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کوئی کہے (توجہ) کہ ایک رات میں میں یہاں سے اتنا سفر کر کے بیت المقدس تک گیا ہوں تو کیا بات ماننے والی ہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں بتلاتے کہ آسمان کی بات بھی ہے تاکہ وہ ساری بات کہہ نہ لیں بس سفر بہت بڑا ہے۔ (بہت بڑا ہے) نہ ہوائی جہاز ہے' نہ ٹرین ہے' نہ کار ہے' بیت المقدس تک سفر کیا ہے' تو ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ بات ماننے والی ہے؟ سارے توجہ سے سن رہے ہیں۔

[illegible]

ایک روشن ستارہ

علامہ علی شیر حیدری

قائد سپاہ صحابہ

تحریر:- اسیر ناموس صحابہ منظور احمد فاروقی ٹنڈو آدم سندھ

انسان دنیا میں منتشر اور پراگندہ تھا وہ ہزاروں ٹولیوں پر تقسیم ہو چکا تھا جغرافیائی نقشہ نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا کہیں رنگ اور نسل کے امتیازات نے کہیں نسلی جنگ تھی' کہیں قبائلی جنگ دنیا پراگندگی اور اختلافات کا عبرتناک جہنم بنی ہوئی تھی جاہ بشریت ایک دردناک عذاب میں مبتلا تھا کہ ایک رحمت حق متحرک ہوئی فاران کے افق پر نور کا تڑکا نمودار ہوا' مکہ کی وادی سے رحمت اور ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا' جس نے انسان کی تمام ٹولیوں کو ندا دی تم ایک خالق کی مخلوق ہو صرف ایک کے سامنے جھکو۔ ابراہیمؑ ہوں یا اسحاقؑ' موسیٰ ہوں یا عیسیٰؑ' مرکز فیض ایک ہی ہے۔ نور ایک ہی ہے۔ تم مرکز نور کو تلاش کرو۔ تمام لڑائیاں ختم کر دو اایک آفتاب کی روشنی میں آجاؤ۔ دنیا کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا کوئی ملک اور دنیا کی کوئی جماعت کوئی ٹولی نہیں جس میں اس مرکز نور کا نور نہ پہنچا ہو جس میں آفتاب ہدایت کے چاند ستارے نہ طلوع ہوتے ہوں جس قوم کے پاس بھی ہدایت اور رشد و کمال کا کوئی حصہ موجود ہے وہ جزو ہے اسی ایک مخزن کا وہ فیض ہے۔ اسی ایک مرکز کا وہ پرتو ہے اسی ایک نور کا ابدی پرتو۔ اسی مخزن کا ایک جز۔ اور اسی آفتاب ہدایت کا ایک روشن ستارہ' جو جو آیا ہی اسلام کی روشنی کو پھیلانے کے لئے تھا' وہ چمکتا تھا تو دنیا کی چھوٹی چھوٹی روشنائیاں شرم سے بجھ جاتی تھیں' طلوع ہوتا تھا تو مظلوم ظلم کی چکی سے نکلنے کا راستہ پاتے تھے' وہ بولتا تھا تو دلوں کی حرکتیں تیز ہو جاتی تھیں' وہ نظروں سے اوجھل ہوتا تھا تو دلوں کی دھڑکن بند ہونے لگتی تھی' اس نے مظلوموں کو جینا سکھایا تھا کفر کے راستوں میں دیوار بنا رہا اس کا دل جذبوں سے معمور تھا مسلمانوں کی حالت زار پر مغموم تھا تھوڑے ہی وقت میں بڑے بڑے کام کر گزرا دنیا اس کے کارناموں کو سننے کی ہمت نہیں رکھتی۔ خیر پور کی سرزمین اس کی شجاعت پر آج بھی رشک کرتی ہے۔ سپریم کورٹ کی دیواریں آج بھی ان کے بیان کرنے پر خوشیاں مناتی ہے۔ ان کے تربیت یافتہ مجاہدین سپاہ صحابہ دنیا کے مختلف کونوں میں آج بھی اسلام کی سربلندی کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کرنے کو تیار ہیں۔

لیکن آج ہم سے دور دشمن کی قید میں سنت اسلاف کو زندہ کر رہا ہے آج دنیا اپنی رنگینیوں کے باوجود بجھی بجھی نظر آرہی ہے۔ آج سورج کے اندر وہ چمک رہی ہیں ہر چیز جیسے اپنا اصل رنگ کھو چکی ہے۔ کارکنوں کے چہروں کی مرجھاہٹ اس غم کا پتہ دیتی ہے۔ آج آنکھیں انتہائی مضطرب ہیں آنکھیں اپنی بے بسی پر اکثر پانی برساتی رہتی ہیں۔ کارکنوں کے مرجھائے ہوئے چہروں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ جلسہ میں آنے جانے والے سر اٹھا کر دیکھتے ہیں' لیکن اپنی مطلوبہ شخصیت کو نہ پاکر مایوسی سے گر جاتے ہیں۔ ہر آنے والا کارکن اسی ایک شخصیت کے بارے میں پوچھتا ہے سب اسی ایک شخصیت کے منتظر ہیں۔ کون؟ وہ جو اسلام کی محبت سے سرشار ہے۔ وہ جو ہر وقت غلبہ اسلام کے لئے قربانی دینے کو تیار ہے وہ جس پر سب کو اعتماد ہے وہ جو تربیت میں اپنی مثال آپ ہے وہ جو جھنگوی شہید کے مشن کا پاسبان ہے وہ جسے دنیا للکار جھنگوی فاتح رافضیت شیر اسلام مناظر اہل سنت خطیب اسلام جانشین شہید ملت اسلامیہ وکیل صحابہؓ قائد ملت اسلامیہ ترجمان سپاہ صحابہ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری دامت برکاتہم کہتی ہے۔ مجھے چڑھتے سورج کی طرح یقین ہے وہ ضرور آئیں گے وہ ہمیں اس طرح اکیلا نہیں چھوڑ سکتے انہوں نے بہت کچھ کرنا ہے بکھری ہوئی اور بھری ہوئی امت کو جوڑنا ہے مظلوم بہنوں کو عزتوں کی زندگی دلوانی ہے نوجوان طبقہ کو جذبہ اور نئی تربیت سے نوازنا ہے وہ جس نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا ہے وہ جس نے بکھری ہوئی امت کا شیرازہ سمیٹنا ہے' وہ اتنی جلدی ہمیں نہیں چھوڑ سکتے وہ انشاء اللہ العزیز ضرور آئیں گے وہ آئیں گے تو دنیا میں رونقیں آئیں گی' سورج میں چمک پیدا ہوگی' بڑے بڑے مرجھائے ہوئے درخت پھر فخر سے بلند ہو جائیں گے' راستے اپنی قسمت پر خوشیاں منائیں گے' کارکن دلیری اور بہادری سے سر اٹھا کر چلیں گے مساجد و مدارس کے منبر و محراب پر انہیں جوش خطابت اور سوز و تڑپ دکھانے کے لئے پکاریں گے' وہ آئیں گے تو پریشانیاں ختم ہو جائیں گی' طوفان ہٹ جائیں گے' مشکلات مٹ جائیں گی' مایوسیاں فنا ہو جائیں گی' رابطے بڑھیں گے' دل جڑیں گے تنظیم مضبوط ہوگی۔ اور انشاء اللہ العزیز انقلاب آئے گا وہی روشن ستارہ پھر پوری آب و تاب سے چمکے گا۔ ظلمتیں مٹ جائیں گی۔ اجالے چھا جائیں گے وہی روشن ستارہ پھر ٹمٹمائے گا' کارکن اس سے جماعتی کرنیں لے کر آگے بڑھیں گے تو بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔ دشمن کے لئے اس کی آنکھوں سے نکلنے والے انتقام کے شعلے پوری دنیائے رفض کو جلا کر راکھ کر دیں گے' اس کے سینے سے نکلنے والی انقلاب کی شعاعیں پوری دنیا کو روشن کر دیں گے' اس کی لحن داؤدی سے نکلنے والی قرآن مقدس کی خوشبو کیں پوری دنیا کو معطر کر دیں گی' وہ روشن ستارہ انشاء اللہ پھر چمکے گا پھر ابھرے گا اور بہت جلد چمکے گا علامہ علی شیر حیدری کی شخصیت کا صحیح اندازہ تو وہی کر سکتا ہے جس نے اس کی گفتگو سنی ہوگی جس نے اس کا حسن خطابت دیکھا ہوگا۔ میں اس کی شخصیت کس طرح اس ورق میں سمیٹ سکتا ہوں لیکن اس کو بھی اس ظالم حکومت نے صرف ایک تقریر کی بنیاد پر تین سال قید دس ہزار جرمانہ کی سزا سنائی ہے' ہمیں اس

بقیہ صفحہ 32 نمبر 2

سزائے موت کے قیدی کا پیغام

علماء حقانیان سندھ کے نام

اسیر ناموس صحابہ حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ

مراسلہ سردار محمد نسیم

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

میں آپ سے کسی قسم کے خوف و ملال' حزن و یاس یا کسی قسم کی کمزوری یا کسی قسم کے لالچ و خود غرضی کے اظہار کیلئے مخاطب نہیں نہ ہی خالق کائنات نے ایسی طبیعت بنائی' یہ اس رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ بلکہ میں آج آپ کے سامنے صرف اور صرف اپنے اسلاف کے عقائد و نظریات کے تحفظ و بقاء کے لئے مخاطب ہوں ...... اگرچہ میں آپ کے سامنے ایک چراغ سحری کی مانند ہوں جو ایک ذرا سے جھونکے میں گل ہو جائے..... بالکل اسی طرح میں بھی ذرا سے حکومتی حکم کے بعد پھانسی کے پھندے پر جھول کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا جاؤنگا...... الغرض میں اس وقت آپ سے گذشتہ عرصہ تین سال میں سزائے موت کے بعد پہلی مرتبہ مخاطب ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں اور ایسے مقام سے مخاطب ہوں جہاں پاکستانی قوانین میں زندگی کے تمام حقوق ختم ہو جاتے ہیں یعنی بحیثیت زندہ انسان کے قانونی طور پر کسی قسم کے حقوق کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں مجھ سے میرے لواحقین میرے عزیز و اقارب کے علاوہ کوئی دوسرا رشتہ وہ روحانی ہو یا دنیاوی' وہ کتنے ہی ہو یا کوئی اور مجھ سے رابطے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ ایسی جگہ سے مخاطب ہوں جہان پاکستان کے قوانین کے تحت باقاعدہ زندہ انسانوں کو مردہ قرار دے کر ان کی باقی ماندہ زندگی کے آخری سانسوں تک زندہ رکھنے کی بھی سرکاری کوششیں کی جاتی ہیں۔ غرض میں آپ سے ایسی جگہ سے مخاطب ہوں جہاں حاسدین کے حسد اور کینہ پرور لوگوں کے بھوت کامیاب ہو کرتے ہیں' جہاں دشمن خوشی سے بغلیں بجاتا ہے۔

یہ تمہید اس لئے عرض کی ہے کہ اسلاف کی رقم کی ہوئی تابناک تاریخ کے اوراق الٹئے' اور ان مجاہدین کی مقدس زندگیوں سے اپنی زندگیوں کا موازنہ فرمایئے۔

یہ امام ابو حنیفہ ہیں ان کے علم و تقویٰ سے' ان کی پروقار دستار اور ذات سے زیادہ آپ کا علم و تقویٰ' دستار و وقار زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ انہوں نے وقت آنے پر جدوجہد کی عملی زندگی بسر فرما کر اپنی روحانی اولاد کے لئے مثال قائم فرمائی۔ لہٰذا ان کی زندگی اپناؤ' حضرات علماء کرام یقیناً آپ کی علمی بلندیاں اور سرفرازیاں اور پرہیز گاریوں کے مضبوط پہاڑ اور آپ کی عزت وجاہت' امام احمد بن حنبل سے زیادہ قابل احترام نہیں۔ آئیں مل کر ان کے پیغام حق و صداقت کے نقش قدم پر چلیں۔ امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کے بے مثال علم و عمل' صبر و استقلال سے زیادہ آپ کی شخصیات کا احترام نہیں ہے ان حضرات کی زندگیاں جہد مسلسل کی عملی تصویریں ہیں انہیں تو علمی خزانوں کے نقصان کا اندیشہ و خوف لاحق تھا نہ ہی اپنی درسگاہوں کے اجڑنے کا ملال۔

برصغیر کے عظیم مجاہدین شاہ احمد شہید" اور شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی وارث بننے کا دعویٰ کرنے والے قابل صد احترام حضرات علماء کرام گستاخی پر معذرت امعہ معذرت! میری یہ گزارشات دل کی گہرائیوں سے سماعت فرمائیں۔ قیام پاکستان کے بعد بھی ہمارے اسلاف نے ہمیشہ اپنی تابناک تاریخ کے زریں اصول کے مطابق تمکہ جہادی امور سرانجام دینے میں لیت و لعل سے کام نہیں لیا۔ دین اسلام کے حقیقی وارث علماء کرام اور امت مسلمہ کے رہبران!

بصد افسوس کہ ہمارے حکمران بک چکے ہیں' نوجوانوں پر غفلت طاری ہے' عام مسلم عوام بے حسی کا شکار ہیں.... ایسے کڑے وقت میں ایک طبقے سے امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ امت مسلمہ کو تباہی کے اس بھیانک بھنور سے نکال سکتا ہے اگر وہ اپنا جمود توڑ کر اپنی ایمانی غیرت اور توکل علی اللہ کو حرکت میں لائے تو کوئی وجہ نہیں کہ امت مسلمہ بیدار نہ ہو۔ میری مراد بلاشبہ علماء کرام کے اس طبقے سے ہے جو سینہ میں دل اور دل میں اسلام کا درد رکھتے ہیں۔

کاش...... ! پاکستان کے علماء کرام بھی اس میدان میں کود جائیں اور دنیائے کفر کو بتا دیں کہ میدان نظریات و عقائد' مکاروں اور دغابازوں کے لئے خالی نہیں ہیں۔۔ یہاں اسلام کے سپوت تم سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے موجود ہیں۔

بالیقین آپ کو حالیہ رونما ہونیوالے واقعات یاد ہوں گے جس میں مولانا انیس الرحمان درخواستی جیسے علماء کرام کی شہادت اور قاری محمد علی شہید اور مولانا شاہ احمد نورانی پر عین دوران ادائیگی فریضہ نماز جمعتہ المبارک میں قاتلانہ حملہ! کراچی کے مخصوص حالات کے پیش نظر دینی علمی و مذہبی حلقوں بالخصوص علماء حقہ کے قافلے میں شامل علماء اور طلبہ مذہبی حلقوں کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔

درحقیقت ۱۹۹۳ء کے اواخر اور ۱۹۹۵ء کے اوائل میں اسلام دشمن' دین کے باغی' ایرانی مشن پر چلنے والے منظم' قدیم بنیادی گروہ مضبوط شرپسند عناصر کی جانب سے کراچی سے اسلام کی نرسریوں اور اسلامی نظریہ و عقائد کی محافظ قوت اور مستقبل کے مضبوط مذہبی حصار کو تہس نہس کر کے حقیقی اسلامی عقیدہ و نظریہ کی بنیادوں پر کفر کے بھوتوں نے قتل و غارت گری' افراتفری' بدامنی کے ذریعے اسلامی نظریاتی حصاروں کو مجبور کر کے سرنگوں کرنے کی المناک کوشش شروع کی تاکہ دین حقہ کے پاسبان علماء کرام' عام امت مسلمہ' طلباء کرام اور دینی اداروں کو مجبور کیا

جائے کہ عقائد و نظریات حقہ کی نشر و اشاعت، درس و تدریس کو ترک کر دیں۔

یہ ناپاک کوششیں پہلے صرف غیر محسوساتی انداز میں فرقہ واریت کے لادینی خورد و نوش اور مخصوص پروپیگنڈہ کی آڑ میں مسلط کی گئیں جو کہ درحقیقت ایرانی انقلاب کے رہبر خمینی کے جارحانہ پروگرام کا حصہ تھی جس کو پاکستان کے شیعوں نے اپنا فرض عینی بلکہ مذہبی اور دینی فریضہ سمجھ کر ادا کیا۔

جبکہ سنی علماء کرام، دانشوران قوم نے اس کو سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کی معمولی کی چپقلش تصور کیا۔ حالانکہ یہ لڑائی نہ آج سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کی ہے نہ ہی پہلے تھی۔ یہ باقاعدہ ایرانی انقلاب کے مختلف شعبوں میں ایک ہے جو کہ حقیقی اسلامی نظریہ اور جعلی، بناوٹی نظریات کی جنگ ہے یعنی ایک جانب اساسی اسلامی عقائد و نظریات ہیں تو دوسری جانب منافقت، مکاری، عیاری، داداگیری اور کفریہ نظریات ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یہ امت مسلمہ اور ملت کفرہ کی وہ قدیم منافقت کی جنگ ہے جو کہ صدیوں سے مختلف غازیان اسلام کے نامور قائدوں، مختلف فدایان اسلام کے لازوال خون مقدس کے چھڑکاؤں کی وجہ سے یہ منافقت ماند پڑ چکی تھی اور مختلف مجاہدین اور علماء کرام کی جہد مسلسل سے اپنا مکروہ چہرہ چھپائی پھر رہی تھی........

مگر حالیہ ایرانی انقلاب کے رہبر خمینی کے ادراکیہ منافقت نے نظریاتی شعلوں کو اس خطرناک طریق پر بھڑکایا اور پاکستان جو کہ مذہبی اور علمی حلقوں میں خصوصاً شہروں میں سے ایک شہر ہے بالخصوص کراچی میں مذہبی بیداری و جو اتحاد پائی جاتی ہے اس لئے آپ حضرات اور آپ کے علاوہ اس لڑائی کو سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کی چپقلش نہ سمجھیں بلکہ یہ عصر حاضر کے ملت جعفریہ کے رہبر خمینی جو ایرانی انقلاب کے بعد بھی مسجد الحرام پر مسلح ہوئے، سنی پاکستان کے جید علمائے کرام، عراقی سنی عوام، بحرین کے سنی عوام اور ہاں آخر اب افغانستان کے طالبان مجاہدین کے خلاف کرائے کے قاتلوں کے ذریعے حقیقی اسلامی ریاست کو ملیا میٹ کرنا چاہتا ہے۔

اس صورتحال کے پیش نظر مندرجہ ذیل چند گذارشات آپ حضرات کے گوش گذار کرنے میں قطعاً کوئی عار محسوس نہیں کروں گا کہ میں آپ حضرات کے ... یک اسلامی نظریات و عقائد میں جذبات کا مکمل ثبوت ہوں لیکن آپ حضرات کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ اس چپقلش کے بھیانک انجام اور تاریک آخری نتائج سے مکمل دفاع کا بندوبست کرنا آپ حضرات کے فرائض منصبی میں شامل ہے، ورنہ اس امت کی نظریاتی اور عقائد کی سرحدوں کی تباہی بالخصوص کراچی کے تمام دینی اداروں میں اسلامی عقائد و نظریات کی تعلیم حاصل کرنے والی نرسریوں (طلباء) مستقبل کی تباہی و بربادی کا جواب آپ حضرات کو بروز محشر عدالت خداوندی میں جلد دینا ہو گا۔

کیونکہ یا آپ یا آپ کے عقیدت مند، اسی طرح سپاہ صحابہ اور اس کے عقیدت مند، آپ یا آپ کے حلقہ ہائے احباب بیٹھے ہیں اور میرے حلقہ ہائے احباب، آپ کے دینی ادارے یا ان میں زیر تعلیم معصوم طلباء، بالکل اسی طرح سپاہ صحابہ یا اس سے لگاؤ رکھنے والے طلباء موجودہ حالات سے صرف اس لئے الگ نہیں رہ سکتے کہ یہ محاذ آرائی ایک کی ہے دوسرے کی نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔

سپاہ صحابہ پاکستان کے ایک صوبہ کا ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے مجھے آپ کے دکھ، آپ کے حلقہ ہائے احباب کی تکالیف اور دینی اداروں پر سنی [illegible] اور مختلف قوتوں کی یلغار کا........

آپ کے دینی اداروں پر اور معصوم طلباء پر حملوں کو سپاہ صحابہ نے روز اول سے اپنے اوپر یلغار تصور کیا ہے........ لہٰذا آپ حضرات سے کھلے دل سے نہایت مودبانہ انداز میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ خدارا آج میری اور تحریک جعفریہ کی چپقلش کو صرف مجھ تک ہی محدود نہ سمجھیں بلکہ اپنے گرد و نواح کا مشاہدہ کریں کہ دراصل روافض کی اس مکمل جنگ کا اصل ہدف کون کون ہیں۔

آج افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف ایران کی سرحد پر وہی لوگ مسلح جدوجہد میں مصروف ہیں جو کل تک اپنے چہروں کو منافقت کے مکروہ پردے میں چھپائے ہوئے تھے........ کیا یہ وہی قوتیں نہیں ہیں جو کل تک ہماری ہی نوجوان قوت کو اپنے مفادات کے تحفظ اور کابل کے اقتدار کی مضبوطی کے لئے استعمال کرتے رہے........ جس طرح وہاں کے منافق ایرانی ایجنٹوں کو بے نقاب کرتے کرتے ہم اپنا بہت کچھ کھو بیٹھے ہیں........ بالکل اسی طرح یہاں پاکستان میں ایسے ہر چہرے پر ایسے منافق کو وقت سے پہلے پہچانئے جو ایرانی پالیسیوں، دہشت گردوں کا کھلے عام پاور پروردہ حامی ہے نہ صرف اسے پہچانو بلکہ ایسی قوت سے اپنا دفاع کرنے کا بندوبست کریں۔

قابل غور امر یہ ہے کہ حضرات علمائے کرام! یہ طالبان کی خوش قسمتی تھی کہ ان کے لئے پاکستان اور پاکستان کے دینی ادارے، آپ حضرات کے حلقہ ہائے احباب اور آپ کے لئے جائے پناہ ثابت ہوئے لیکن پاکستان کے مذہبی اداروں اور آپ تمام حضرات کے خلاف ایران کی جانب سے مسلط کردہ مکمل بدمعاشی پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے جبکہ آپ حضرات کو یہ منافقانہ جنگ صرف سپاہ صحابہ کے خلاف دکھائی دیتی ہے حالانکہ یہ غیر اعلانیہ جنگ تمام اسلامی حلقوں کے خلاف ہے جو کہ دراصل اسلامی عقائد و نظریات کی بیخ کنی کا منصوبہ ہے۔

ان حالات کے تناظر میں مقام فکر یہ ہے کہ جلد یا بدیر برآمد ہونے والے بھیانک نتائج کے بعد پاکستان کے علمائے کرام بالخصوص کراچی کے علمائے کرام، طلبائے عظام اور مذہبی قافلے کے لئے کون جائے پناہ ثابت ہو گا.....؟

اس نازک لمحے سے قبل مجھے اور آپ حضرات کو اپنی دستاریں، فضیلت، علمی وقار، عزت و وجاہت کے بچاؤ کے لئے کوئی جگہ نہ ملے اپنے اپنے دفاع یعنی اسلامی قلعے کے دفاع کا مضبوط بندوبست کرنا ناگزیر ہے۔

واللہ اگر ہم نے اس مقام پر مل جل کر تاریخ کا دھارا نہ بدلا تو امت مسلمہ عموماً کراچی کی مذہبی حمیت و بیداری، مذہبی غیرت، اسلامی حقیقی عقائد و نظریات ہمارے سامنے ہی بکھر جائیں گے۔

تمام حالات و واقعات آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں لہٰذا

میری آپ سے استدعا ہے کہ اس محاذ آرائی کو مشترکہ محاذ آرائی تصور کرتے ہوئے اور سپاہ صحابہ پاکستان کے ساتھ بروقت تعاون کرتے ہوئے اس جدوجہد میں صوبہ سندھ میں میرے دست و بازو بن جائیں۔ غور کریں کہ آخر آپ حضرات 94ء کے اواخر میں اور 95ء کے اوائل میں اسلامی عقائد و نظریات کی سب سے حتمی قوت اور مستقبل کے لئے علمائے کرام کی امیدیں یعنی طلباء اسی شہر کراچی میں کس جرم کا شکار ہوئے؟

کیا آپ حضرات اتنے قریب کے واقعات کو بھی بھول گئے ہیں یا آپ کے بھول جانے سے یہ دردناک واقعات کراچی اور سپاہ صحابہ کی تاریخی جدوجہد سے مٹ جائیں گے؟ ہرگز نہیں یہ ممکن الحل نہیں۔ میری مراد ماضی قریب میں علاقہ جعفر طیار سوسائٹی میں جامعہ بنوری ٹاؤن کے معصوم طلباء کا خون ہے کیا وہ معصوم سپاہ صحابہ کے دفتر میں تھے یا کسی جلسے میں شرکت کے لئے جا رہے تھے کیا بفررون میں جمعۃ المبارک کی نماز کی ادائیگی کے بعد جامعہ بنوری ٹاؤن کے وہ غیر ملکی طلباء جو تھائی لینڈ سے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے پاکستان آئے تھے۔ کیا وہ بھی تحریک سپاہ صحابہ میں شامل ہو گئے تھے؟ کیا جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کے وہ طلبہ جو بعد نماز عصر مدرسے سے ملحق کھیل کے میدان میں کھیل رہے تھے اس جرم میں شہید کر دیئے گئے کہ وہ سپاہ صحابہ کے مخصوص نعرے لگا رہے تھے؟؟ نہیں قطعاً ان کا دور سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔

10 محرم الحرام 94ء کو جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کے دو طلبہ جن کا تعلق یورپین ممالک کے کسی ملک سے تھا اغواء کرنے کے بعد سولجر بازار کے عقوبت خانے "زہراء" میں ہاتھ پاؤں توڑ دیئے گئے ان کا تعلق بھی سپاہ صحابہ سے تھا؟ 17 اکتوبر 94عیسوی کو دفتر ختم نبوت پر مسلح دہشت گردوں نے بے انتہا فائرنگ کی جس میں معجزانہ طور پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی بال بال بچ گئے۔ کیا وہ یا دفتر ختم نبوت بھی دربردہ مشن جھنگوی" کے لئے کام کر رہے تھے؟

دوسری طرف کعبہ کی بیٹی کے تقدس کی چادر کا کیا حشر ہوا؟ کیا اس سے بھی آپ حضرات لاعلم ہیں؟ مسجد اکبر "پی ای سی ایچ ایس" سوسائٹی میں بارگاہ ایزدی میں بدست دعا قاری سعید الرحمان" آٹھ نمازیوں سمیت شہید کر دیئے گئے کیا وہ کسی سپاہ صحابہ کی منعقدہ کانفرنس سے مخاطب تھے؟۔

باب الاسلام مسجد نیو کراچی میں نماز عشاء میں عین قیام کی حالت میں 12 نمازیوں کی شہادت کا خون آپ سے سوال نہیں کر رہا؟؟ جبکہ سپاہ صحابہ سے تنظیمی اعتبار سے ان کا دور کا واسطہ نہ تھا اس کے باوجود انہیں کس جرم ناکردہ کی سزا دی گئی؟ اکرم اسکوائر کراچی کی جامع مسجد میں اعتکاف میں بیٹھنے والے سنی نوجوان کو بیدردی سے کلاشنکوف کا برسٹ مار کر جام شہادت پلا دیا گیا......
کیا وہ بھی سپاہ صحابہ کے کارکن تھے؟

لیاقت آباد ڈاکخانے پر جہادی تنظیم "حرکت الانصار" کے لگائے گئے کیمپ پر رافضیوں نے 14 قیمتی سنی مجاہدوں کو شہید کر دیا------کیا وہ بھی سپاہ صحابہ کے لئے فنڈ اکٹھا کر رہے تھے......؟ ماضی قریب میں جاتی ......وری ٹاؤن سے ملحقہ علاقے جمشید کوارٹر کی جامع مسجد کے امام و خطیب اور ان کے مقتدیوں کو مسجد کے حجرے میں گھس کر کلاشنکوف کا برسٹ مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ کیا وہ بھی سپاہ صحابہ کی کسی منعقدہ کانفرنس میں شریک تھے؟۔

محترم علمائے کرام! یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ رافضیوں نے جب بھی دہشت گردی کی ہے تو انہوں نے صرف سپاہ صحابہ کے کارکنان اور ہمدردوں کو ہی نشانہ عتاب نہیں بنایا بلکہ ان کی حتی الامکان کوشش رہی کہ تاکہ سنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں ہو جائے یہ افراتفری جاری رکھی جائے...... لہٰذا آپ حضرات کو یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام عرب کے صحراؤں کے گڈریوں 'کسانوں' شتربانوں کو مہذب بنانے والا مذہب ہے جو مالک الملک رب الارض والسموات عزوجل کو بھی پسند ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ آپ حضرات کے میدان میں آنے کے بعد اللہ عزوجل کی نصرت آسمانوں سے اترنا شروع ہو جائے گی۔ آج افغانستان کے حالات میری اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ خدائے عزوجل ہمارا حامی و ناصر رہے (آمین ثم آمین)

لئے سزا دی جاتی ہے کہ ہم صحابہ کا دفاع کرتے ہیں اگر صحابہ کا دفاع کرنا جرم ہے تو پھر سوچو کہ احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کا دفاع کیا ہے میدان بدر کی طرف دیکھو پیغمبر ﷺ ۳۱۳ صحابہ کو لیکر جب میدان بدر میں آتے ہیں تو پیغمبر سجدہ میں پڑے ہیں اور دعا مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ یہ ۳۱۳ صحابہ کو میں میدان بدر میں لایا ہوں ان کے پاس جوتیاں نہیں' پورا کپڑا بھی جسم پر نہیں' لڑنے کے لئے تلوار نہیں' گھوڑے نہیں' ظاہری اسباب نہیں' یا اللہ اگر یہ صحابہ مٹ گئے تو قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی نہیں ہو گا' اس لئے یا اللہ صحابہ کا دفاع چاہئے۔ انہیں فتح عطا فرما' اس وقت صحابہ جانوں کا مسئلہ آیا تو دفاع پیغمبر ﷺ نے کیا آج صحابہ کی عزتوں کا مسئلہ ہے' تقدس و طہارت کا مسئلہ ہے تو دفاع سپاہ صحابہ کرے گی۔ اس وقت صحابہ کی جانوں کا مسئلہ تھا پیغمبر مانگ رہے تھے۔ انہی صحابہ کی جانوں کا دفاع چاہئے۔ آج صحابہ کی ناموس کا مسئلہ ہے تو سپاہ صحابہ مانگ رہی ہے انہی صحابہ کے ناموس کا دفاع چاہئے صحابہ کے ناموس کا آئینی دفاع چاہئے۔

بھٹ شاہ میں سیدنا فاروق اعظمؓ کا پتلا نذر آتش کرنے والوں کے خلاف مقدمہ درج سزائے موت دی جائے۔

بھٹ شاہ کے اندر سیدنا فاروق اعظمؓ کے پتلا نذر آتش کرنے والوں کی F.I.R درج ہو گئی ہے۔ بھٹ شاہ کے سجادہ نشین مظہر علی شاہ عرف ناز ن سائیں کے صاحبزادے سرور حسین شاہ خدمت کمیٹی نیاری کے چیئرمین ناز لطیفی کے صاحبزادے تحریک جعفریہ ضلع حیدر آباد کے رہنما پیر فدا حسین شاہ سمیت سجادہ علی شاہ' بڈھل شاہ نگار علی شاہ اور محبوب چانڈیو کے خلاف بھٹ شاہ تھانے میں سپاہ صحابہ کے زبردست احتجاج کے بعد ایف آئی آر درج کر لی گئی۔ ملزمان نے درجنوں افراد کے ہمراہ 4 جولائی 1998ء کو درگاہ شریف کے احاطے میں خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق ﷺ کا پتلا انسانی گستاخی کے ساتھ نذر آتش کیا تھا۔

محمد سکندر شاہ کنونیر سپاہ صحابہ ٹنڈوالہ یار ضلع حیدر آباد

مصنوعی تہذیبیں

ممتاز احمد قاسمی میلسوی

عرب مورخین نے تاریخ اسلام کے ایک واقعہ کو بار بار ذکر کیا ہے جس کو ہم جلدی سے سرسری طور پر پڑھ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعہ بڑا توجہ طلب' معنی خیز اور حکمت سے لبریز ہے' لہٰذا اس کا مطالعہ ہمیں بڑی سنجیدگی اور غور سے کرنا چاہئے اس وقت میں اپنی گفتگو کی ابتداء اسی واقعہ سے کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اسکا ہمارے موضوع سے گہرا اور دور رس تعلق ہے۔ یہ واقعہ موجودہ بے جاب اور کھوکھلی تہذیبوں کے بارہ میں ایک باشعور و غیرت مند مومن کے نقطۂ نظر کو واضح اور متعین کرتا ہے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں یہ واقعہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا میں نے جب اس واقعہ کو پڑھا اور اس کی وسعت و گہرائی پر غور کیا تو تصویر حیرت بن کر رہ گیا' معلوم نہیں کہ اس واقعہ کے مطالعہ میں آپ کے ساتھ بھی یہ بات پیش آئی ہے یا نہیں' ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی واقعہ کو پڑھ کر عجیب و غریب نتائج نکالتا ہے اور اس کی وسعت و گہرائی پر انگشت بدنداں ہو جاتا ہے دوسرے بہت سے لوگ اس کو روا داری میں پڑھ جاتے ہیں ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا چاہے وہ پہلے پڑھنے والے سے زیادہ وسیع المطالعہ ہوں اور تاریخ پر ان کی گہری نظر ہو۔ اس واقعہ کو عرب مورخین نے اپنے مزاج و عادات کے مطابق بڑی سادگی اور اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کی تفصیل و گہرائی میں نہیں گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایرانی سپہ سالار رستم نے ہمارے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے جو ایرانی محاذ پر اسلامی فوج کے کمانڈر تھے درخواست کی کہ وہ مسلمانوں میں سے ایک شخص کو بھیج دیں' جس سے وہ اس جنگ کے اسباب و وجوہ معلوم کرے جو بے سامان و گمان چھڑ گئی ہے۔ ان کے تو حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ عرب کے یہ بدو جنہیں تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کے لئے خشک روٹی بھی نصیب نہیں ان سے اس طرح برسرپیکار ہوں گے۔ عرب تو صدیوں سے دنیا سے الگ تھلگ اور سادہ زندگی گزارنے پر قانع تھے انہیں ملک گیر اور پاس پڑوس کی حکومتوں پر لشکر کشی سے کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن اپنی طویل تاریخ میں جب اسوقت وہ روم و فارس سے جنگ آزما ہوئے تو دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے اور اہل روم و ایران جن سے براہ راست مقابلہ تھا حیران اور ششدر رہ گئے کہ یہ بلائے ناگہانی کہاں سے آپڑی' بہرکیف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ربعی بن عامر کو رستم کے پاس بھیجا رستم نے اپنے دربار کو ایسا سجایا تھا' بلکہ مرعوب کرنے کے لئے ایسے غیر معمولی طریقے اپنائے تھے کہ دیکھنے والا حیران رہ جائے اس نے اپنے دربار کو سنہرے گاؤ تکیوں ریشمی فرش و فروش اور اور جگ مگاتے ہوئے ہیرے جواہرات سے سنوار رکھا تھا' غرض یہ زیب و زینت کے جو بھی اسباب ہو سکتے تھے وہ سب مہیا کر لئے تھے اور خود تاج پہن کر سونے کے تخت پر بیٹھا تھا' اس حال میں حضرت ربعی بن عامر دربار میں داخل ہوئے وہ صحرا سے نکل کر آئے تھے ایسے ٹیپ و ٹاپ اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ایسی سجاوٹ سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا' ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس آن بان کو دیکھ کر وہ دم بخود رہ جاتے مگر انہوں نے تو کچھ اور ہی سبق پڑھا تھا۔ ان کے دل کی دنیا اس دربار کی جگمگاہٹ سے کہیں زیادہ تابناک و منور تھی' دربار کا یہ حسین منظر ان کو بچوں کا کھلونا معلوم ہو رہا تھا وہ انتہائی وقار و حکمت کے ساتھ رستم کے پہلو میں اس اطمینان کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے جیسے اپنے کسی بے تکلف رفیق دوست کے ساتھ بیٹھے ہوں؟ گفتگو شروع ہوئی رستم نے پوچھا آپکے آنے کا مقصد اور غرض و غایت کیا ہے؟ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے نہایت سنجیدگی و متانت کے لہجہ میں فرمایا ہم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلائیں اور ان کو دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت اور کشادگی کی طرف لائیں مختلف مذاہب کے ظلم و جور سے نجات دلا کر اسلامی عدل و انصاف میں داخل کریں' خدا تعالیٰ نے ہمکو اپنا دین دیکر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے کہ ان کو خدا کی طرف بلائیں اور اسکی دعوت دیں۔

دوستو اور بھائیو میرا یہ منشور نہیں کہ اس سادہ و معنی خیز واقعہ کے تینوں اجزاء کی تشریح و وضاحت کروں میں اسوقت قصہ کے صرف ایک جز کی وضاحت و تشریح کرنا چاہتا ہوں اس باشعور مرد مومن نے رستم کو اس وقت مخاطب کیا جب وہ شان و شوکت اور رعب و دبدبہ کی انتہائی منزل پر تھا۔ راحت و آسائش کے سارے اسباب مہیا تھے مگر یہ بندہ خدا کہتا ہے کہ دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی طرف لائیں مجھے ان اس جملہ پر کہ بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ جل شانہ کی عبادت کی طرف بلائیں حیرت و تعجب نہیں نہ ان کے اس جملے پر حیرت کہ مذاہب کے ظلم جور سے نکال کر اسلام کے عدل و انصاف میں داخل کریں یہ تو ان مسلمانوں کے لئے ایک بدیہی حقیقت تھی جن کے دلوں میں حضور ﷺ نے توحید کا عقیدہ بٹھایا اور ایمان و یقین کا بیج بویا تھا اور کفر و شرک اور فسق و فجور کو ان کے لئے مبغوض بنا دیا تھا وہ بندگان خدا شرک و بت پرستی اور انسان کی اپنے ہی جیسے انسان کے سامنے سرخمیدگی کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے ان کو اس سے گھن آتی تھی ان کا ذوق سلیم اس سے ابا کرتا تھا۔

حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ پر حقیقت بھی عیاں تھی کہ فارس کے بادشاہوں اور حکمرانوں نے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے تھے جو خدا بندوں کے ساتھ کرتا ہے وہ برتاؤ نہیں جو آقا غلام کے ساتھ کرتا ہے لوگ ان کے سامنے جھکتے ہیں زمیں بوس و سجدہ ریز ہوتے ہیں ان کے عوام کا یہ عقیدہ تھا کہ بادشاہوں اور حکام کا طبقہ عام انسانوں سے بلند و برتر اور مقدس ہے ان کی رگوں میں خدائی خون جاری ہے اور ان مردان حق کا ایمان و عقیدہ یہ تھا کہ پاک و مقدس صرف خدا کی ذات ہے اور دین اسلام ہی برحق و سچا خدائی دین و قانون ہے اس کے علاوہ جو بھی ادیان و مذاہب پائے جاتے ہیں وہ حقیقت سے بہت دور اور ظلم و جور کا سرچشمہ بن چکے ہیں وہ انسانوں کو انسانوں ہی کا غلام پرستار بناتے ہیں انسانی کنبہ کو

دیں، پیشواؤں اور راہبوں کے تابع کرتے ہیں اور ان کو ایسی پابندیوں، بیڑیوں اور پھندوں میں جکڑتے ہیں جس کا خدا کی طرف سے کوئی ثبوت نہیں ان بزرگان خدا نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سنا اور پڑھا تھا الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندھم فی التوره والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث و یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم (سورہ اعراف آیہ ۱۵۷

جو لوگ کہ ایسے رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔

انہوں نے خدا کا یہ فرمان بھی سنا تھا یا ایھا الذین آمنو ان کثیرا من الا حبار و الرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ (سورہ توبہ آیت ۳۴)

اے ایمان والو بہت سے عالم و درویش لوگوں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

انہوں نے یہ آیات قرآنی پڑھی تھیں اور ان پر ایمان لائے تھے اور جن پر ادیان و مذاہب سے وہ واقف تھے مثلاً روم کے نصرانی، فارس کے مجوس اور مدینہ کے یہودی، ان کے اندر قرآن بیان کئے ہوئے ان حقائق کو دیکھ رہے تھے ان آیات و تعلیمات کی روشنی میں اگر ربعی بن عامر یہ فرماتے کہ ہم بندوں کو دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف بلانے اور نکالنے کے لئے آئے ہیں تو حیرت کی بات نہیں تھی اس لئے کہ یہ انہوں نے پڑھا تھا اور اس آخرت پر ایمان رکھتے تھے جس کو وسعت لامحدود و بقاء دوام حاصل ہے وہ اس جنت پر ایمان رکھتے تھے جس کی نعمتوں راحتوں اور وسعت کی کوئی حد نہیں۔

انہوں نے قرآن کریم میں جس کا ایک ایک فرمان ان کے رگ رگ میں جاری اور ساری تھا یہ پڑھا تھا کہ لپکو اور بڑھو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمان کی وسعت کے برابر ہے جو احکام خداوندی کا پاس و لحاظ رکھنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں حضور ﷺ کو فرماتے سنا تھا کہ اس جنت کی طرف بڑھو جس کی وسعت زمین آسمان کے برابر ہے اور یہ بھی فرماتے سنا تھا کہ جنت کے اندر ایک کوڑے بھر کی جگہ بھی دنیا و مافیھا سے افضل و بہتر ہے اس نبوی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں اگر وہ کہتے کہ ہم ان کو دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف نکالنے آئے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں تھی اس لئے کہ ان کو یہی سبق پڑھایا گیا تھا۔

اور اجماع امت اور قیاس صحیح کی روشنی میں ہی تلاش کیا جائے۔

اسلامی قوانین کی تدوین

پاکستان میں مختلف حکومتوں کی طرف سے کئی مرتبہ اسلامی قوانین کی تدوین کے لئے مختلف بورڈ اور کمیشن قائم کئے جاتے رہے، لیکن اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک حکومت اسلامی قانون کو مکمل طور پر نافذ نہیں کر سکی۔ موجودہ دور میں اسلامی قانون کی تدوین اور اس کی تشریح و تعبیر ایک انتہائی نازک کام ہے اور یہ کام صرف ایسے افراد ہی ٹھیک ٹھیک انجام دے سکتے ہیں جو ایک طرف تو تعلیمات اسلام سے پوری طرح واقف ہوں اور انہوں نے اپنی عمریں اس کام میں لگائی ہوں۔ دوسری طرف وہ عصر حاضر کے مسائل کو بھی کماحقہ سمجھتے ہوں اور اس دور میں مسلمانوں کو جو عملی مشکلات پیش آسکتی ہیں، سلامت فکر کے ساتھ ان کا صحیح حل بھی دریافت کر سکتے ہوں۔

اب تک جو ادارے اسلامی قوانین کی تدوین کے لئے قائم ہوتے رہے ہیں ان کے ارکان کے انتخاب میں اکثر و بیشتر ان شرائط کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہو۔ اس مقصد کے لئے ایسے افراد منتخب کئے جاتے رہے ہیں جو نہ تو قرآن و سنت کو کماحقہ سمجھتے تھے نہ اسلامی شریعت کے مزاج سے واقف تھے اور نہ انہوں نے اپنی عمر کا کوئی بڑا حصہ اسلامی علوم کی تحصیل میں صرف کیا تھا۔ قرآن و سنت سے ناواقف اور مزاج ناشناس مدعی اجتہاد لوگوں نے مغربی افکار سے مرعوب ہو کر اسلام میں تحریف و ترمیم کا دروازہ کھول دیا اور اس کی وجہ سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار کے فتنے پہلے سے زیادہ ہو گئے کوئی ادارہ خواہ کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ قائم کیا جائے، اگر اس کے چلانے والے رجال کار اس کام کے اہل نہ ہوں یا وہ اپنے فرائض منصبی کو انجام نہ دیں تو وہ ادارہ قائم کرنے والے کی ہزار نیک نیتی کے باوجود کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اسلامی قوانین کی تدوین کے سلسلے میں سب سے زیادہ ذمہ داری اسلامی نظریاتی کونسل پر عائد ہوتی ہے جس کی یہ آئینی ذمہ داری ہے اور اس کے فرائض میں داخل ہے جیسا کہ دفعہ ۲۳۰ آئین "۳" کے درج ذیل فقرہ میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل ایسی سفارشات پیش کرے گی جن پر عمل کرکے موجودہ قوانین کو بتدریج اسلامی انداز میں ڈھالا جا سکے گا۔ (آئین ص ۹۳)

اس کونسل کے ارکان میں دوسرے زعماء اور ماہر قانون ججوں کے علاوہ علمائے کرام مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد تقی عثمانی وغیرہ شامل رہے ہیں اور اس نے اسلامی قوانین کی تدوین کا کام کافی حد تک انجام دیا ہے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری اسمبلی ان سفارشات سے رہنمائی حاصل کرکے مروجہ تمام قوانین کو اسلامی طرز پر ڈھالنے کا فرض جلد سے جلد انجام دے کر خدا تعالیٰ اور بندوں کے نزدیک سرخرو ہو۔

ہماری پرخلوص دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اسمبلی اور حکومت کو سلامت فکر کے ساتھ اسلامی قوانین کے بنانے اور ان کو نافذ کرکے اسلام کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور سابقہ حکومتوں نے اب تک جتنے بھی اسلامی اقدامات کئے ہیں ان کی تکمیل میں مقدور بھر کوشش کرتے رہیں۔

(ماخوذ ماہنامہ الفاروق کراچی پاکستان نمبر)

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

منظور احمد قدسی

جس وقت حکیم الامت شاعر مشرق علامہ اقبال نے یہ بات کی تھی تو اس وقت مسلمانوں کی سیاسی اخلاقی اور معاشی حالت بہت بری تھی بالکل ایسی جیسا کہ آجکل ہے ذلت و پستی اور شکست و درماندگی ان کا مقدر بن چکی تھی اس وقت بھی افواج مشرکین قلب مسلم میں اس طرح سے داخل ہو چکی تھیں۔ یہ بات (یعنی مذکورہ بالا شعر) شاعر مشرق نے مسلمانوں کی حالت زار آپس میں چپقلش اور یہ احساس دلاتا تھا کہ افواج کفار و مشرکین تمہاری عبادت گاہوں اور مقدس مقامات پر قابض ہوتی جارہی ہیں اور اگر تم اب بھی نہ جاگے تو زندہ درگور کر دیئے جاؤ گے یہ بات ایک صدی قبل کہی تھی لیکن نہایت ذکر اور افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج بھی بعینہ وہی حالت ہے مسلمان آپس کی لڑائیوں اور ناچاقی و نااتفاقی کا شکار ہیں بیت المقدس کے بعد یہودی حرم کعبہ اور حرم نبوی پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔ خلیجی جنگوں کی آڑ میں امریکی اور یہود و نصاریٰ کو افواج حرم کعبہ اور حرم نبوی ﷺ کے قریب داخل ہو چکی ہیں آپس کی ناچاقی افتراق و انتشار ان کی تسکین اور آپس کی ریشہ دوانیوں نے یہ دن دکھائے ہیں کہ آج مسلم حکمران اللہ پر بھروسہ کرنے کے بجائے امریکہ یورپ اور یہود و نصاریٰ کو اپنا محافظ و دوست جانتے ہیں اور ان مجاہدین اسلام کو اپنا دشمن اور حریف تصور کرتے ہیں جو اسلام اور امت مسلمہ کی سربلندی اور حرم کعبہ اور حرم نبوی کی خاطر اٹھے اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے میدان جہاد میں برسرے پیکار ہیں۔ حالانکہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 82 میں ارشاد خداوندی ہے کہ ترجمہ:۔ تمام انسانوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود و مشرکین کو پائیں گے۔ جزیرۃ العرب اور سرزمین حرم کے آس پاس یہود و نصاریٰ مشرکین و ملحدین فوج کی موجودگی علمائے اسلام اور امت مسلمہ کے لئے دعوت فکر نظر آتی ہے کہ کیا آج مسلمان اتنے کمزور اور نازک و ناتواں ہو چکے ہیں کہ وہ اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے۔ الحرمین کی حفاظت کے لئے یہود و نصاریٰ و مشرکین کی فوج کو دعوت اقتدار دے بیٹھے حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں واضح الفاظ میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 28 میں فرماتے ہیں مشرک تو نجس ہیں سو وہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں۔

جزیرۃ العرب میں یہود و نصاریٰ کی فوجوں کا اجتماع خود رسول اللہ کے اقوال کے بھی بالکل برعکس ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ترجمہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ضرور بہ ضرور یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال کر رہوں گا یہاں تک کہ جزیرہ عرب میں مسلمانوں کے سوا کوئی نہ رہے گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے مندرجہ بالا آیت اور احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے قوم کے برعکس افواج یہود و مشرکین کو جزیرہ عرب میں داخلے کی اجازت دینا ان کی پاسبانی و نگہبانی کرنا ان کے طعام و قیام کے اخراجات کو پورا کرنا اور ان کے مفادات کی ترجیحات اور حفاظت کرنا قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کے منافی ہے اور ایسا کرنے والے لوگوں کا شمار ظالمین و فاسقین میں ہوگا اور وہ اللہ کی نظر میں مغضوب ہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ ترجمہ:۔ منافقین کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت سب خدا ہی کی ہے۔ یہ اللہ کی قرآنی آیات سے روگردانی اور نبی اکرم کے فرمان کی عدم پیروی کا ہی نتیجہ ہے کہ سعودی عرب اور خلیجی ممالک کہ جن کی خوشحالی پر اپنے تو اپنے غیروں کو بھی رشک آتا تھا اور جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے انواع اور اقسام کی نعمتیں خصوصاً سونا عطاء کیا تھا کہ جو ان کے پاس امت مسلمہ کی امانت تھی یہ سونا اور ان ممالک کی معیشت یہود و نصاریٰ کے پنجہ استبداد میں ہے۔ جنگ خلیج سے پہلے سعودی عرب جو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کو قرضے دیتا تھا آج ان اداروں کا مقروض ہے 97-1996 کے دوران سعودی عرب نے 300 بلین ڈالر قرض لئے ہیں ہر چند کہ حکومت سعودیہ کا کہنا ہے کہ یہ سارے قرض بیرونی نہیں بلکہ اندرونی ہیں تاہم 20 یا 30 بلین سالانہ مقررہ آمدنی والے ملک کے لئے ملک یہ قرض اسے پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک مقروض رکھے گا۔ (عالم اسلام کی صورت حال از اسرار عالم احمد)

تیل کہ جو عصر حاضر کی ایک اہم ضرورت ہے اس کی قیمتیں 70 کی دہائی میں 40 ڈالر فی بیرل تھی جو کہ خلیج کی جنگ کے بعد 1998ء میں ساڑھے دس ڈالر فی بیرل ہو چکی ہے جب کہ اس عرصہ میں مختلف اشیائے صرف کی قیمتیں کئی سو گنا بڑھ چکی ہے۔

شیخ بکر بن عبد اللہ ابن ابو زید نے مذکورہ بالا احادیث سے استدلال کرتے ہوئے جو نتائج اخذ کئے اور علماء کرام اور فقہاء عظام اور محدثین حضرات نے جو مسائل استناط کئے وہ درج ذیل ہیں۔ (۱) مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں جزیرہ عرب کی شہریت حاصل کرنے کیلئے کسی غیر مسلم کا جزیرۃ العرب میں داخلہ شرعاً ممنوع و مکروہ بلکہ حرام ہے۔ (۲) امام وقت (حاکم) کو یہ حق قطعاً حاصل نہیں ہے کہ وہ جزیرۃ العرب میں کسی نان مسلم کو بطور ذمی رہنے دے اور اگر وہ کوئی ایسا معاہدہ AGREEMENT کرتا ہے تو باطل تصور ہوگا (۳) کسی کافر کے لئے جزیرۃ العرب سے گزرنا وقتی طور طرقیام اسے راہ گزر بنانا ہوگا۔ (چہ جائے کہ ان کی افواج کو بلا کر اپنی حفاظت کی خاطر ان کے طعام و قیام اور عبادات کا خیال کیا جائے۔ (۴) کسی کافر یا ذمی کا جزیرۃ العرب کے کسی حصہ میں بطور رہائش مکان بنانا زمین کی ملکیت رکھنا یا کوئی تعمیر کرنا قطعاً حرام ہے اور اگر کوئی غیر مسلم جزیرۃ العرب میں کسی غلط موقع کا ناروا فائدہ اٹھا کر کوئی زمین قابل کاشت بنا لیتا ہے تو وہ اس محنت کے عوض اس

کا مالک نہیں بنے گا اس سے وہ زمین چھین لینا شرعاً واجب ہو گا اور اس کا حق شفعہ بھی تسلیم نہ ہو گا کیونکہ کسی ظالم کے پسینہ کا اسلام میں کوئی حق نہیں ہے۔ (۵) جزیرۃ العرب میں اگر کوئی کافر مر جائے تو اسے اس سرزمین پر دفنانا شرعاً ناجائز ہے۔ (۶) جزیرۃ العرب کو ادیان باطلہ سے پاک کرنے کا حکم خود نبی اکرم ﷺ نے دیا ہے لہٰذا اگر کوئی گرجا، معبد خانہ کلیسا ہیہ یا بت خانہ بنانا جائز نہیں اور یہ قطعی شرعاً حرام ہے بنابریں حاکم کو یہ حق قطعاً نہیں ہے کہ وہ ایسے کسی عبادت خانے کی تعمیر کی اجازت دے (خصائص جزیرۃ العرب صفحہ نمبر ۳۵) مذکورہ بالا احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کفار مشرکین کا جزیرۃ العرب میں قیام تو کجا وہاں گزرنا یا عارضی قیام شرعاً ناجائز و حرام ہے لیکن افسوس کہ موجودہ خلیجی ممالک اور سعودی عرب کے حکمرانوں نے کفار مشرکین کی فوج کو قیام کے لئے جگہ مہیا کر کے اور ان کے لئے کلیساء اور گرجا گھر تعمیر کر کے شعائر اسلام اور احکامات خداوندی و رسول کے احکامات کی خلاف ورزی کی ہے امام الحرمین فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز نے ربیع الاول ۱۴۰۶ھ میں امارات مجلہ الاصلاح کو انٹرویو دیتے ہوئے اسی سوال کے جواب میں یوں کہا کہ رسول اللہ نے یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دینے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہاں صرف مسلمان رہیں گے آپ نے اپنی وفات کے وقت بھی وصیت کی تھی کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے چنانچہ یہ بات رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں حکمرانوں پہ فرض ہے وہ رسول اکرم ﷺ کی اس وصیت کو لاگو کریں جس طرح خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو خیبر سے نکال کر اور جلاوطن کر کے آپ ﷺ کی وصیت پر عمل کیا تھا۔ (مجموعہ فتاویٰ و مقالات مجموعہ شیخ عبدالعزیز بن باز جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۸۵ صادر از فتاویٰ) معلوم ہوا کہ ارض الحرمین کے آس پاس اور پورے جزیرۃ العرب میں کہیں بھی کافر اور مشرک لوگ نہیں رہ سکتے۔ سعودی حکام اور خلیج کے دیگر ممالک کو بھی چاہئے کہ وہ جلد از جلد امریکی مشرک اور دوسری کافر فوج کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دیں اور جزیرۃ العرب کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرایا جائے۔

جزیرۃ العرب کسے کہتے ہیں؟

لغت کے معروف محقق امام اللغات خلیل بن احمد فرماتے ہیں کہ اسے جزیرۃ العرب اس لئے کہا جاتا ہے کہ بحر فارس، بحر حبشہ دریائے فرات اور دریائے دجلہ نے اسے گھیر رکھا ہے یہ عربوں کی سرزمین ہے اور یہیں عربوں کے شہر آباد ہیں۔ اسی طرح ممتاز ماہر جغرافیا حضرت علامہ اصمعی جزیرۃ العرب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جزیرۃ العرب طولاً عدن ابین (یمن) سے لے کر عراق کے مضافات تک اور عرضاً جدہ اور اس کے ارد گرد سے لے کر شام کے اطرف تک ہے اسے جزیرۃ العرب اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے سمندروں نے گھیر رکھا ہے یعنی بحر ہند، بحر قلزم، بحر فارس اور بحر حبشہ (فتح الباری جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۱۷۱) واضح رہے کہ بحر قلزم آج کل بحر احمر کے نام سے مشہور ہے۔ (بحوالہ کتاب خصائص جزیرۃ العرب و ارض القرآن علامہ شبلی)

مندرجہ بالا سیاق و سباق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امریکی اور دوسری کافر فوجوں کا جزیرۃ العرب اور سعودی عرب میں قیام شرعاً ناجائز اور حرام ہے اس لئے علمائے دین اور مفتیان دین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس مسئلہ کی سنگینی سے آگاہ کریں اور مشرکین کی فوج کی جزیرۃ العرب سے انخلاء کے لئے ہر ممکن کوشش کریں ارض مقدس کے خلاف امریکی اور یہودی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ امریکہ کے ذمہ داران سرعام یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ سعودی عرب اور خلیج میں امریکی افواج کی موجودگی خلیج میں امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے ناگزیر ہے اور یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ امریکی مفادات اور ترجیحات کس نوعیت کے ہیں؟ اس لئے میں ایک بار پھر علماء کرام اور امت مسلمہ سے اپیل کرتا ہوں کہ یہ کسی مخصوص گروہ یا طبقہ کی بات نہیں ہے بلکہ پوری امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ فوجیوں کے انخلاء کے حق میں منظم اور مربوط ہو جائیں اور خلیج اور سعودی عرب و دیگر مسلمان ممالک کے حکمرانوں سے مطالبہ کریں کہ وہ جلد از جلد امریکی مشرک فوج کو یہاں سے نکال دیں۔ تحفظ دین کے مسئلہ پر پوری امت مسلمہ یکسو اور منظم ہو کر اقبال کے اس خواب کو سچا کر دکھائیں کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

دندان شکن

قرۃ العین فاروقی خیرپور میرس (سندھ)

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ سے کسی نے دریافت کیا:

"مولانا انگریز کہتے ہیں کہ داڑھی رکھنا فطرت کے خلاف ہے چونکہ انسان داڑھی کے بغیر پیدا ہوتا ہے اس لئے داڑھی کے بغیر رہنا چاہئے"۔

مولانا نے تبسم فرماتے ہوئے کہا:

"پھر تو انگریزوں کو چاہئے کہ اپنے سارے دانت توڑ دیں کیونکہ انسان بغیر دانتوں کے پیدا ہوتا ہے۔ دانت بھی تو بعد میں نکلتے ہیں۔"

مجلس میں بیٹھے ایک آدمی نے کہا:

"واہ مولانا صاحب! کیا دندان شکن جواب دیا ہے۔"

یہ تھی حاضر دماغی حضرت شاہ صاحبؒ کی لیکن افسوس یہ ہے کہ آج تک شرک و بدعت کے پرستار یورپین مفتی صاحب کے فتویٰ کی وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ کو کافر کہتے ہیں حالانکہ یہ ان لوگوں کی بہت بڑی غلطی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے تو اپنے خون کے آخری قطرے تک بالاکوٹ کے میدان میں عشق مصطفیٰ میں بہا دیئے۔

بقیہ 24

تاج رکھ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سپاہ صحابہ کو بھی چار لازوال ہیرے عطا کر دیئے۔ ایک ایک کو امیر عزیمت حق نواز کہتے تھے' ایک کو ضیاء الرحمن فاروقی کہتے تھے' ایک کو اعظم طارق کہتے ہیں ایک کو علی شیر حیدری کہتے ہیں' ان چاروں میں امیر عزیمت حق نواز کے سر پہ اس دور کے شیروں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

فحاشی اور عریانی کے خلاف جہاد کیجئے

آصف محمود انقلابی ساگری ضلع جہلم

ننگی دوڑیں: دوستی' عاشقی' آوارگی' محبت بھرے خط' عشقیہ ٹیلی فون' ہجر شاعری' کلچرل شو' بیوٹی پارلر' آئیڈیل فلمی ستارے' میوزیکل گروپ' بریک ڈانس' مخلوط محفلیں' خفیہ ملاقاتیں' بلیو پرنٹ' بوس و کنار' رنگ رلیاں' جنسی بلیک میلنگ اور جسموں کا ملاپ (زنا) یہ تمام خطرناک رجحانات فحاشی و عریانی کا فطری نتیجہ ہیں۔

جو مسلم معاشرے کی نہیں فرنگی تہذیب کا حصہ اور ضرورت ہیں مگر بدقسمتی سے ہم پاکستانی قوم نے اسے امارت کے اظہار' تہذیب' فیشن' فرینڈ شپ' ماڈرن ازم' لبرٹی' ایجوکیشن اور انڈر سٹینڈنگ کا نام دے کر قبول کر لیا ہے۔ اور آج ہمارے وطن عزیز میں صنف نازک نے سخت جان مردوں کے شانہ بشانہ اپنا کردار ادا کرنے کی آڑ میں پردہ ترک کر دیا ہے۔ جسے وہ ترقی کی دوڑ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتی ہے ستم تو یہ ہے کہ خاندانی گھریلو اور پاکباز خواتین بھی غیر ضروری طور پر ان کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ جب سر ننگا ہوا تو پھر آنکھوں سے حیا بھی گئی اور شخصیت کا وقار بھی' وہ بازار میں نکلے یا دفتر میں جائے دوسروں کی نظروں کا نشانہ بننے کی خواہش میں فل میک اپ' چست لباس' کھلے ریشمی بال اور اٹکھیلیاں کرتا ہوا پرکشش جسم بھوکی نگاہوں کو جنسی اشتعال دلانے کا سامان مہیا کرتا ہے۔

وہ جہاں سے گذرتی ہے شیطان کی بیٹی بن کر دعوت نظارہ دیتی اور للچائے ہوئے دلوں پر چال و جمال کے چرکے لگاتی جاتی ہے۔ اسے یہ حق کس نے دیا؟ اسے آزادی کا یہ مفہوم کس نے سمجھایا؟ اسے خاندانی وقار کو خاک میں ملانے اور معاشرے کی بربادی کا یہ موقع کس نے فراہم کیا؟ یقیناً ہم مردوں نے..... ہم باپ' ہم شوہر' ہم بھائی اور ہم بیٹے ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

اگر آپ باپ ہیں تو:۔

آپ صاحب اولاد ہیں باپ کی حیثیت سے اپنی اولاد کی تربیت آپ پر فرض ہے آپ بھی جانتے ہوں گے کہ کنبہ کے سربراہ کی حیثیت سے قیامت کے روز آپ کو اپنی اولاد کے قول و فعل کردار اور اس کے گناہوں کے بارے میں ذمہ دار ٹھرایا جائے گا۔ جواب بن نہ پڑنے کی صورت میں عذاب آپ کو ہی بھگتنا پڑے گا اور یہ مال و دولت جو آپ صرف اولاد کے لئے کما رہے ہیں کہیں بھی کام نہیں آئے گا۔

☆-- کیا آپ نے کبھی سوچا کہ دوسروں کی طرح کہیں آپ کی اولاد بھی عریانی و فحاشی کی دلدادہ تو نہیں؟

☆-- کیا ایسا تو نہیں آپ کے بیٹے بیٹیاں معصومیت کی آڑ میں غلط سوسائٹی کا شکار ہوں؟ اور آپ کو کان و کان خبر نہ دی جاتی ہو۔

☆-- کیا ایسا تو نہیں کہ آپ باہر عزت بناتے پھر رہے ہوں اور آپ کی صاحبزادیاں (خدا نخواستہ) اس کو خاک میں ملاتی پھر رہی ہوں؟

آپ یقیناً کہہ دیں گے کہ نہیں ہرگز نہیں میری اولاد ایسی ویسی نہیں ہے۔ ہر باپ کا جواب اگر یہی ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

☆-- یہ اولاد کس کی ہے جو گلی محلوں' کوٹھیوں' گھروں' ہوٹلوں اور ہوسٹلوں میں دندناتی زنا کرتی پھر رہی ہے؟؟

☆-- کس کی ہیں یہ بیٹیاں جو ہر روز نیا بستر بدلتی ہیں؟؟

☆-- وہ کس کی عزت ہیں جو ہر رات کے سفید اور بلند شملے پر ایک دھبے کا اور اضافہ کر دیتی ہیں؟؟

☆-- وہ کس کی صاحبزادیاں ہیں جو ٹیلی فون پر' بس اسٹاپوں' بڑے ہوٹلوں میں ایک اشارے کی منتظر رہتی ہیں؟؟

☆-- وہ کس کے دل کا قرار ہیں جو منتظر ہیں کہ کوئی آئے اپنی آتش ہوس بجھائے اور ان کا پرس نوٹوں کی کھنکھناہٹ سے گرما دے؟؟

بے غیرت باپ بھی یقیناً اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ بے خبری اور اندھے اعتماد نے انہیں کنجر اور بے غیرت بنا رکھا ہے آپ ایک غیرت مند باپ ہیں تو آپ کو شفقت پدری کی عینک اتار کر اپنے گھر کی عفت و عصمت کا غیر بن کر جائزہ لینا ہوگا ایک غیرت مند' باکردار اور باعزت باپ وہی ہو سکتا ہے جس کی اولاد اس کے قابو میں ہے۔ کیا آپ اس سے لاعلم ہیں کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے اور حالات کے پھول قدم قدم پر جنسی لڑی میں پروئے جانے کے لئے بے تاب ہیں آپ اگر گھر میں فساد کے خوف سے جان بوجھ کر آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ کا معاشرے اور اسلام دونوں کے مجرم ہیں۔

آپ کی عبادت سے نہ گھر سے باہر فائدہ اور نہ تہجد گزاری کا اہل خانہ پر کوئی اثر' یہ عبادت اکارت جا سکتی ہے!!! باپ بن کر پہلے اولاد پر کڑی نظر رکھنے کا فرض نبھایئے پھر بعد میں آپ دوکاندار' تاجر اور افسر ہیں۔ شبخون ماریئے!!! اور باپ بن کر معاشرہ سنوارنے میں اپنا کردار ادا کیجئے!!! اپنی کوتاہیوں پر نادم ہو کر اللہ سے معافی اور مغفرت طلب کیجئے!!!

بھائی بن کر سوچیں: یوں تو ہر لڑکی آپ کی بہن لگتی ہے لیکن اس رشتے سے آپ کے گھر میں بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ آپ کے بہن بھائی کیا کرتے ہیں؟ کچھ خبر اس کی آپ کو بھی ہے؟ خود غرضی کی زندگی گزارنا بہت آسان ہے۔ لیکن بہنوں کے بھائی اگر لاپرواہی کی زندگی گزارنے لگیں تو پتہ ہے لوگ اس

بھائی کو کیا کہتے ہیں؟ ذرا بھپ کرنے کی عادت اور حوصلہ پیدا کیجئے اگلی گلی میں آپ کے بہن بھائیوں کی کیا شہرت ہے؟ اگر کبھی بہنیں کہتی ہیں تو نوجوان کن لڑکیوں کے ساتھ جشن منانے کی باتیں کرتے ہیں؟

بہنوں کو قتل نہیں ان کی اصلاح کیجئے: بھائیوں کو روکئے' بہنوں کو ٹوکئے' بہنوں کو پردہ کرنے کا حکم دیجئے۔ بلاوجہ اندھیرے سویرے کہیں نہ کہیں آنے جانے سے روکئے۔ گلی محلے میں نہ رکھئے۔ آپ کسی کی بہن پر بری نظر ڈالیں گے تو سوچ لیجئے کوئی آپ کی بہن کو بھی تاڑ رہا ہوگا۔

نام کے شوہر آپ کی اپنی بیوی ہے جو آپ کے وقار' مفادات اور آپ کے آبرو کی محافظ ہے۔ آپ کے سسرال نے اسے گھر میں بسانے کے لئے آپ کے ساتھ بھیجا۔ آپ اس سے آدھا گھر اور آدھا بازار بسانے لگے ہیں۔ اسے تو بن سنور کر اپنے گھر میں اپنے مجازی خدا کو خوش رکھنا ہے۔ آپ خوشی میں آئے اور اسے قربانی کی گائے کی طرح سجا کر بازار میں نکل کھڑے ہوئے۔ بازار والے کبھی آپ کو دیکھتے ہیں اور کبھی آپ کی دلہن کو' کیا یہ ازدواجی زندگی ہے؟

جسے چھپا کر رکھنا تھا اسے آپ بازار میں ماڈل بنا کر تعریف کی بولی لگوانے کے چکر میں ہیں۔ کبھی آپ نے سوچا کہ غیروں کی بری نظریں سہنے کے کرب میں آپ اپنی شریک حیات کو کیوں مبتلا کررہے ہیں۔ وہ تو صرف آپ کی شریک سفر ہے۔ آپ کے دوستوں' دوکانداروں اور راہ گیروں کی نہیں۔ وہ آپ کے گھر کی چاندنی ہے اور آپ کے دل کی روشنی ہے اسے پردہ کرائیے۔ یوں سربازار اپنی عزت نیلام نہ کیجئے!!!

دوسروں پر اپنا رعب اور دھاک بٹھانے کے لئے صنف نازک کو استعمال نہ کیجئے۔ کوئی جوہر خود میں ہے تو اس کا مظاہرہ کیجئے۔ غیرت مند شوہر آج کی اشد ضرورت ہے۔

تم بڑے ہو اگر آپ گھر میں سب سے چھوٹے اور کماؤ پتر ہیں تو آپ کا بھی فرض ہے کہ اپنے گھر کے معاملات پر نظر رکھیے! اپنی ماں اور بڑی بہنوں کی نگرانی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ دیکھنا بھی ہوگا کہ آپ کے گھر پر کوئی ظالم ڈاکہ تو نہیں ڈال رہا۔ اگر آپ کماتے بھی نہیں ہیں تو پھر گھر کے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں؟ کیا کہیں غربت کی آڑ میں جسم تو نہیں بکتے۔ والدین بے عزت ہو جائیں تو اولاد کو غیرت نہیں چھوڑنا چاہئے۔

وہ ماں بہن بیٹی کہاں

سب بھی سے کہتے ہیں کہ نیچی رکھ نگاہ اپنی کوئی ان سے نہیں کہتا کہ یوں نکلو نہ میاں ہو کر

عورت کے چار روپ ماں' بہن بیٹی اور بیوی ہمارے معاشرے کی ساکھ ہیں۔ وہ چاروں روپ میں قابل احترام ہے مگر اس کی فحاشی و عریانی کی طرف آزادگی اور رغبت قوموں کے لئے بحران اور نئی نسل کے لئے المیہ ہوتی ہے۔ فیشن کی رو میں بہہ کر بوڑھیوں نے بھی برقعے اتار ڈالے اور جھریوں بھرے والے منہ پر غازہ مل لیا۔ کپکپاتے ہونٹوں کو رنگین کرلیا۔ رعشہ زدہ ہاتھوں پر مہندی سجالی۔ دعوت پوت کو کیا روکیں گے۔

ساڑھیاں باندھ کر خود جسموں کی نمائش کرنے پر تل گئیں۔ گھروں میں روک ٹوک ڈانٹ ڈپٹ اور پوچھ گچھ کا سلسلہ جب سے ختم ہوا۔ عورتوں نے شرم و حیا کے تمام زیور اتار کر پھینکے' ہوٹلوں' گھروں اور دفتروں تک میں موسیقی' فلمستار اور بلیو پرنٹ گفتگو کے موضوع ہونے لگے۔ اب عورتیں مل کر اولاد کی فکر نہیں کرتیں' رات کو دیکھی جانے والی فلموں پر تبصرہ کرتی ہیں۔ (ہائے!)

ہم وہ مائیں کہاں سے لائیں جو قرآن پڑھتی تھیں۔ چکی پیستی تھیں اور ان کے بطن سے سید عبدالقادر جیلانی" "محمد بن قاسم" جنم لیتے تھے۔ آپ کا آئیڈیل تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی ہونی چاہئے تھی۔

کیا آپ نے تو ضرورت سے زیادہ فیشن کرکے ننگے سر اور ننگے جسم بازاروں میں نکل کر غیر محرموں کو مائل کرنے اور اپنی مسکراہٹوں کا تبادلہ کرکے تمام ماحول تباہ و برباد نہیں کروالا؟

جب کسی کے گھر فون کی گھنٹی بجی تو مردوں کے ہوتے ہوئے لڑکیاں فون اٹھائیں کیوں؟ آخر جب دستک ہوئی تو حسن کا سراپا دروازے پر آگیا ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ماؤں میں عصمت کی قدر و قیمت ہو تو وہ گوارا نہ کریں۔ اب مغربی معاشرہ بھی عریانیت اور بے حیائی سے تنگ آچکا ہے خدارا آپ بھی باز آجائیں۔ پردہ تو آپ ہی کو کرنا ہے۔ مردوں کو تو نہیں۔ کیا آپ کے لئے ہی ہے دوسروں کے لئے نہیں۔ پردہ کیجئے! پورا پردہ' جس کا حکم قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ہے۔ بچیوں اور بہنوں کو بھی اسی طرح پردہ کروائیے۔ ورنہ اللہ اور رسول ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت ڈالی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جنت کی خوشبو میلوں تک جائے گی لیکن عریانی پھیلانے والی عورتیں اس خوشبو سے محروم رہیں گی" آپ جانتی ہیں کہ بے حجابی بے حیائی کو اور بے حیائی زنا کو جنم دیتی ہے اور پھر یہ کام شرفا کے خاندان کی بیٹیوں کا نہیں طوائفوں اور کنجروں کا ہے۔ پردہ کرکے اور بے حیائی چھوڑ کر خود کو شریف زادی ثابت کیجئے خود پردہ کیجئے پردہ کو رواج دیجئے۔

فحاشی اور عریانیت کے خلاف جہاد کیجئے فحاشی و عریانی کے خلاف جہاد وقت کی اہم ضرورت ہے گلی محلوں میں ویڈیو کا گھناؤنا کاروبار جیسی اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ کرتا ہے چند روپے میں عریاں فلم نہایت سستی چیز ہے اس رجحان کی کوشش کا نام جہاد ہے ورنہ جس معصوم ذہن پر ننگی عورت و مرد کا نقش جم جائے وہاں قرآنی آیات کا اثر نہیں ہوتا یہ سماجی برائی اجتماعی طور پر بھی کی جاتی ہے۔ چند لڑکے لڑکیاں فنڈ جمع کرکے ٹی وی اور وی سی آر پر ایسی ننگی فلمیں دیکھتے ہیں۔ فحش فلموں کا منافع کاروبار چند ین اور درد مند افراد کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ نئی نسل کو بلیو پرنٹ سے بچانے کے لئے حکمت عملی تیار کیجئے۔ اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے۔

قاری محمد ایوب عابد کو صدمہ

قاری محمد ایوب عابد کی ساس صاحبہ ۸ جولائی کو انتقال فرما گئی ہیں۔ سپاہ صحابہ اسلام آباد ان کے غم میں برابر کی شریک ہے

محمود الحسن معاویہ سپاہ صحابہ اسلام آباد

اسلام میں ڈاڑھی کا مقام

محمود الحسن معاویہ

ہم سب اپنے خیال کے مطابق مسلمان ہیں لیکن ہمیں چاہیے کہ اپنے ایمان کو قرآن او حدیث پر پرکھیں کہ آیا ہمارا ایمان ایسا ہے قبولیت کے قابل بھی ہے کہ نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے آپ کو ایماندار سمجھتے رہیں اور روز محشر یہی کہہ کر سرکار دو عالم ﷺ شفاعت ہی سے انکار کر دیں۔ محسن اعظم ﷺ نے فرمایا۔ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والدین اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ گناہ کبیرہ تو بہت سے ہیں زنا' لواطت' شراب نوشی' سود خوری وغیرہ مگر سب وقتی ہیں مگر ڈاڑھی کا کاٹنا ایسا گناہ ہے جو ہروقت ساتھ رہتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو بھی ساتھ رہتا ہے حج کرتا ہے تو بھی ساتھ رہتا ہے ڈاڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کرانا گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے "میں (شیطان) تعلیم دوں گا ان کو پس وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں بگاڑیں گے" (سورۃ النساء)

مولانا تھانوی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد ڈاڑھی منڈانا بھی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب الزہد میں عقیل ابن مدرک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کو وحی کی کہ لوگوں کو بتائیں۔ "وہ خوراک نہ کھائیں جو میرے دشمنوں کی ہے وہ میرے دشمنوں کا پانی نہ پئیں (شراب وغیرہ) وہ میرے دشمنوں جیسی شکلیں نہ بنائیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ بھی میرے دشمن ہو جائیں گے جیسے کہ وہ لوگ میرے دشمن ہیں" کتنے خطرے کی بات ہے کہ خالق کائنات ڈاڑھی منڈانے والے کو اپنا دشمن فرما رہے ہیں۔ میرے عزیز بھائیو! اللہ سے ڈرو اور اس کے دشمن نہ بنو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت میں سے ہیں جن میں مونچھوں کا کتروانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا بھی شامل ہے۔ فطرت کے معنی ہیں طبائع سلیمہ ان کو بطبعا قبول کرتی ہیں یعنی جو طبیعتیں ٹیڑھی نہ ہوں ان کو یہ سب چیزیں پسند ہیں۔ فطرت سے مراد دین ہے جس کی طرف قرآن پاک میں اشارہ ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا حضور اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ مونچھوں کا بڑھانا اور ڈاڑھی کا کتروانا مجوسیوں کا شعار ہے۔ مشہور حدیث ہے۔ "جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ ان ہی میں شمار ہے" ایک حدیث میں ہے کہ ڈاڑھی تمام انبیاء کی سنت ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے' جو شخص مونچھیں نہ کتوائے وہ ہم میں سے نہیں۔ کس قدر سخت وعید ہے۔ بھی مونچھوں والے سرکاری کاغذوں میں مسلمان شمار ہوں اور حضور اکرم ﷺ اس کو اپنی جماعت میں شمار کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ "ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھیں کتواؤ (مسلم' بخاری)" اسمیں دونوں صیغے امر کے ہیں اور امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں امر واجب ہیں اور واجب کا ترک کرنا حرام ہے۔ ڈاڑھی مرد کے لئے ایسے ہی ہے جیسا کہ عورت کے لئے سر کے بال۔ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ہر نظام سلطنت و سیاست میں مختلف شعبوں میں کوئی نہ کوئی یونیفارم ہے اگر ملازم وردی میں نہ ہو تو مستوجب سزا ہوگا۔ مسلمانوں کا لباس اور شناخت ڈاڑھی ہے۔ گناہ تو اور بھی بہت سے ہیں لیکن یہ گناہ من وجہ سارے گناہوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب ﷺ کی علانیہ بغاوت ہے حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے "میری پوری امت قابل معافی ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والے۔"

اگر کوئی شخص پوری عمر نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے تو اس کی سزا قتل نہیں ہے لیکن اگر رمضان المبارک میں لوگوں کے سامنے کھائے پیئے تو حکومت وقت پہ فرض ہے کہ اس کو برسرعام قتل کرے کیونکہ یہ شریعت کی علانیہ بغاوت ہے۔ ڈاڑھی منڈانا تمام اماموں کے نزدیک حرام ہے۔ مسلمانوں کے سوچنے کی بات ہے کہ مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر میں حضور اکرم ﷺ کا سامنا ہوگا اور اس ڈاڑھی منڈے چہرے سے آپ کو کتنی تکلیف ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اس لئے حضور اقدس ﷺ کی اذیت اللہ جل شانہ کی اذیت ہے۔ اس کے علاوہ ڈاڑھی کی طبی حیثیت بھی مسلم ہے۔ ڈاڑھی مرد کے لئے زینت اور گردن اور سینے کے لئے بڑی محافظ ہے۔ ڈاڑھی انسان کے چہرے کو مردانہ قوت' استحکام سیرت' کمال فردیت بخشتی ہے۔ تاریخ سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ یہ ڈاڑھی منڈانے والا منحوس فعل حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے شروع ہوا۔ اور ان پر عذاب کا ایک سبب یہ بھی تھا۔

میرے عزیز بھائیو! یہ دنیا چند دن کی ہے۔ آخرت دارالبقاء ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں
کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
بولا ذرا سنبھل کے چل راہ اے بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

رہائی پر مبارک باد

سپاہ صحابہ ضلع خضدار کے رہنماؤں مولانا محمد اسلم کرزگی مولانا رحمت اللہ عمرانی مولانا ابو راشد محمد اکبر حافظ محمد صالح قمبرانی نصراللہ انقلابی عبدالقیوم رقیب محمد اسماعیل میراجی عبدالغفار ساگر ڈاکٹر میر محمد ہوتازئی احمد خان ہوتازئی عبدالخالق خیال حبیب اللہ ایڈوکیٹ عبدالوھاب سیاپاد محمد اشرف زہری نذیر زہری نے سپاہ صحابہ ضلع خضدار کے رہنما حافظ عبداللہ عمرانی بلوچ کو سنٹرل جیل کراچی میں پانچ سال جیل اصحاب رسول کی عزت و ناموس کی خاطر کاٹنے کے بعد رہا ہونے پر مبارک باد پیش کی ہے ان رہنماؤں نے عبداللہ بلوچ کے گھر جاکر رہائی پر مبارک باد پیش کی۔

★★★★

قدرتی انتخاب

چار میں ایک - چاروں کا سردار

معروف احمد میمن ٹھیڑی شریف سندھ

اللہ نے جب کائنات کو پیدا کیا تو اس میں بڑی بڑی مخلوقات تھیں لیکن ان میں چار کو چن کر پوری دنیا میں نمایاں کر دیا۔ ایک کو اللہ تعالیٰ نے انسان کیا ایک کو اللہ نے حیوان کیا ایک کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کیا ایک کو اللہ تعالیٰ نے جنات کیا پھر ان چاروں مخلوقات میں اللہ نے انسان کے سر پہ ساری کائنات کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر انسانوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں فرشتے بھی پیدا کر دیئے تو فرشتے بھی کروڑوں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے چار فرشتوں کو چن کر ساری دنیا میں نمایاں کر دیا۔ ایک کو جناب جبرئیل کیا ایک کو جناب اسرافیل کیا ایک کو جناب میکائیل کیا ایک کو جناب عزرائیل کیا پھر ان چار میں بھی اللہ تعالیٰ نے جناب جبرئیل کے سر پہ سارے فرشتوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر کائنات کے رب نے ارض و سما بنائے ارض و سما کے بنانے کے بعد دنوں کو پیدا کر دیا اللہ نے راتوں کو پیدا کر دیا اللہ نے مہینوں کو پیدا کر دیا جب مہینے پیدا ہوئے اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا۔

ایک کو محرم کیا ایک کو شعبان کیا' ایک کو رمضان کیا' ایک کو رجب کیا پھر ان چار مہینوں میں اللہ نے رمضان کے سر پہ سارے مہینوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا پھر اللہ تعالیٰ نے دنوں کو بھی پیدا کر دیا دن بہت تھے لیکن اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا۔

ایک دن کو اللہ نے یوم جمعہ کیا' ایک دن کو اللہ نے یوم فطر' کیا ایک دن کو اللہ یوم غنی کیا' ایک دن کو اللہ نے یوم عرفا کیا پھر ان دنوں میں اللہ نے یوم جمعہ کے سر پہ سارے دنوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے راتیں بھی پیدا کر دیں ان راتوں میں اللہ نے چار راتوں کو چن کر نمایاں کر دیا۔

ایک رات کو اللہ تعالیٰ نے شب ابودرعا ایک رات کو اللہ نے شب قدر کیا ایک رات کو اللہ نے شب برات کیا ایک رات کو اللہ نے شب عرفا کیا پھر ان چار راتوں میں اللہ نے شب قدر کی رات کے سر پہ ساری راتوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر دن اور راتوں کے بعد انسانیت اور یوانیت کے بعد اللہ نے انسانوں میں بہت سارے طبقات پیدا کر دیئے قرآن کہتا ہے ایک کو اللہ نے من نبین کیا ایک کو اللہ نے صدیقین ایک کو اللہ نے من شہدا کیا ایک کو اللہ نے من صالحین کیا پھر ان چاروں طبقوں میں اللہ نے نبیوں کے سر پہ ساری کائنات کے انسانوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

اور پھر ان نبیوں میں اللہ نے چار کو چن کو نمایاں کر دیا ایک کو جناب محمد ﷺ کیا ایک کو جناب ابراہیم کیا ایک کو جناب موسیٰ علیہ السلام کیا ایک کو جناب عیسیٰ کیا پھر ان چار نبیوں میں اللہ نے جناب محمد ﷺ کے سر پہ ساری دنیا کے نبیوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر اللہ نے ساری دنیا میں کتابیں بھی پیدا کر دیں کتابیں اور صحائف بھی بہت تھے لیکن اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا۔ ایک کو تورات کیا' ایک کو انجیل کیا' ایک کو قرآن مجید کیا' ایک کو زبور کیا' پھر اللہ نے قرآن مجید کے سر پہ ساری دنیا کی کتابوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر کتابوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسجدیں بھی پیدا کر دیں پوری دنیا میں مساجد تو بہت تھیں لیکن ان مساجد میں اللہ نے چار کو چن کر پوری دنیا میں نمایاں کر دیا۔

ایک کو اللہ نے بیت اللہ کیا ایک کو اللہ نے بیت المقدس کیا ایک کو اللہ نے مسجد نبوی کیا ایک کو اللہ نے طور سینا کی مسجد کیا لیکن ان چار مساجد اللہ نے بیت اللہ کے سر پہ ساری دنیا کی مساجد کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر کائنات کے رب نے اپنے نبی ﷺ کو بیویاں بھی عطا کر دیں ان بیویوں میں بھی اللہ نے چار رکھ کو چن کر نمایاں کر دیا۔

ایک بیوی کو اللہ نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کیا' ایک بیوی کو جناب حفصہ رضی اللہ عنہا کیا' ایک بیوی کو جناب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کیا' ایک بیوی کو جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کیا اور پھر ان چار بیویوں میں اللہ نے طیبہ طاہرہ عالمہ زاہدہ صدیقہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر پہ پیغمبر کی ساری بیویوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر پیغمبر کی بیویوں کے بعد اللہ نے پیغمبر کو بیٹیاں بھی عطا کر دیں ان بیٹیوں میں اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا۔ ایک بیٹی کو جناب زہراء رضی اللہ عنہا کیا' ایک بیٹی کو جناب رقیہ رضی اللہ عنہا کیا ایک بیٹی کو جناب ام کلثوم کیا ایک بیٹی کو جناب زینب رضی اللہ عنہا کیا ان چار بیٹیوں میں اللہ نے جناب فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے سر پہ پیغمبر کی ساری بیٹیوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے صحابہ کو بھی چنا ایک کو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا ایک کو جناب عمر رضی اللہ عنہ کیا ایک کو جناب عثمان رضی اللہ عنہ کیا ایک کو جناب علی رضی اللہ عنہ کیا پھر ان چاروں میں سے اللہ نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر پہ پیغمبر ﷺ کے سارے صحابہ کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر رب کائنات نے اطراف عالم بھی بنائے لیکن رب کائنات نے اطراف عالم میں چار کو چن کر نمایاں کر دیا۔ ایک کو مشرق کیا ایک کو مغرب کیا ایک کو شمال کیا ایک کو جنوب کیا تو ان چار میں اللہ نے مغرب کے سر پہ ساری دنیا کے اطراف کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔

پھر رب کائنات نے ساری دنیا میں اس دور میں ہمارے سامنے جو تاریخ آئی ہے اس میں بڑے بڑے امام بھی پیدا کر دیئے لیکن ان میں چار کو چن کر نمایاں کر دیا۔

ایک کو امام اعظم ابو حنیفہ کیا ایک کو امام احمد ابن حنبل کیا ایک کو امام شافعی کیا ایک کو امام مالک کیا ان چار آئمہ میں سے اللہ نے امام ابو حنیفہ کے سر پہ ساری دنیا کے اماموں کی سرداری کا

بقیہ صفحہ 63 نمبر 2

ہر وقت بلند ہونے والی واحد آواز

حمید اللہ جان تبسم مروت

ہر وقت دنیا میں گونجنے والی آواز اذان ہے اگر دنیا کے نقشے پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ مسلم ممالک میں انڈونیشیا کرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے یہ ملک ہزاروں جزیروں پر مشتمل ہے مشرقی جزائر میں جس وقت وہاں صبح کے ساڑھے پانچ بجے ہوتے ہیں اس وقت بنگلہ دیش میں رات کے دو بج رہے ہوتے ہیں طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے بیک وقت ہزاروں موذن اللہ کی توحید محمد رسول اللہ کی رسالت و نبوت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ (انڈونیشیا) میں موذن کی اذان کا نمبر آتا ہے جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ ساٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور ساٹرا کے مغربی قصبوں میں اذانیں شروع ہونے سے قبل ہی ملائشیا کی مسجدوں میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ملائیشیا کے بعد برما کا نمبر آتا ہے جکارتہ سے توحید و رسالت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ (بنگلہ دیش) پہنچتا ہے بنگلہ دیش میں ابھی یہ اذانیں ختم نہیں ہوتیں کہ کلکتہ (بھارت) سے سری لنکا تک اذانیں شروع ہوتی ہیں دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور تمام ہندوستان کی فضائیں توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہیں۔ سری نگر (کشمیر) اور لاہور (پاکستان) میں فجر کی اذان کا وقت ایک ہی ہے لاہور سے کراچی تک ۴۰ منٹ گھنٹے کا فرق ہے اس عرصہ میں فجر کی اذانیں ملک بھر میں بلند ہوتی رہتی ہیں ملک میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے قبل افغانستان و مسقط میں اذانیں ملک بھر میں بلند ہوتی رہتی ہیں ملک میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے قبل افغانستان و مسقط میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں مسقط سے بغداد (عراق) تک ایک گھنٹے کا فرق ہے اس عرصہ میں فجر کی اذانیں سعودی عرب' عراق' کویت' متحدہ عرب امارات میں گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے سکندریہ (مصر) تک پھر ایک گھنٹے کا فرق ہے اس وقت میں سوڈان شام صومالیہ اور مصر میں توحید و رسالت کی آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔ ترکی و سکندریہ ایک ہی طول و عرض پر واقع ہے سکندریہ (مصر) طرابلس (لیبیا) تک گھنٹے کا دورانیہ ہے اس عرصہ میں تیونس لیبیا (افریقہ) میں اذانوں کا سلسلہ جاری ہے فجر کی اذان جس کی ابتدا جکارتہ (انڈونیشیا) کے مشرقی جزائر سے ہوتی ہے ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہیں فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا آغاز ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہو جانے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ میں بمشکل جکارتہ تک پہنچتا ہے کہ مشرقی جزائر میں مغرب کی اذان کا وقت ہو جاتا ہے مغرب کی اذانیں سیلبز سے ابھی ساٹرا تک ہی پہنچتی ہیں کہ اتنے میں انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ ہو جاتا ہے اس وقت افریقہ میں ہنوز فجر کی اذانیں بلند ہو رہی ہوتی ہیں۔ قارئین عزیز! ذرا غور و فکر کریں کہ روئے زمین پر ایک منٹ بھی ایسا نہیں گذرتا جس وقت ہزاروں موذن اللہ تعالیٰ توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت و نبوت بلند نہ کر رہے ہوں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

22

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ کہنے والا کون ہے؟ کہتے ہیں کہ اس کو چھوڑیں آپ یہ بتائیں کہ یہ ہو سکتا ہے فرمایا کہ یہ بعد کی بات ہے پہلے یہ بتاؤ کہ کہنے والا کون ہے؟ کیوں؟ کہ میں عقل سے فیصلہ تب لوں جب گنجائش ہو آخر کوئی کہنے والا ہی کوئی ایسا ہو' جو میری عقل سے مقدم ہو پہلے بتاؤ کہا کس نے؟ پھر سب نے کہا کہ ادھر سے حضور نے فرمایا ہے۔ ادھر بعد میں جاتا ہوں پہلے تم جواب دو لو- ادھر جا کر پوچھوں گا' پہلے تم جواب سن لو' ان کان قد کان فھو صادق اگر حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو پھر وہ سچے ہیں' وہ سچے ہیں' آسمان پھٹ سکتا ہے' زمین پھٹ سکتی ہے۔ پہاڑ جگہ سے ٹل سکتے ہیں' مجھے سوچنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پیغمبر ﷺ کی زبان مبارک غلط نہیں ہو سکتی ہے۔ وہ آتے ہیں' حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں اور پہنچتے ہی حضور ﷺ پاک فرماتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ رات یوں ہوا' یوں ہوا' اب ایک تو یوں ہوتا ہے اگر آپ کا کوئی قریب ساتھی یہ کہے کہ آج میں نے جہاز پر سفر کیا ہے آپ کہیں گے واقعی؟ اگر ابھی آپ کو کوئی کہے کہ آپ کو پتہ ہے؟ کیا؟ کہ حضرت مفتی صاحب (مفتی رشید احمد قادری بیدی صاحب) یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کو یہیں بیٹھے بیٹھے اللہ کے فضل سے وہ حکومت ٹوٹ گئی ہے اور انہیں وزیر اعظم بنا لیا گیا ہے لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یوں نہیں کہتے ہیں' حضور ﷺ بتا رہے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات گئے اتنا سفر کیا' یہ کیا' یہ کیا (تفصیل کا وقت نہیں) ایک ایک بات حضور ﷺ بتاتے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صدقت یا رسول اللہ ﷺ ہاں حضرت بالکل ٹھیک ہے' بالکل سچ ہے' بڑی بے تکلفی کے ساتھ کوئی بڑی بات نہیں کہتے' کیوں بڑی بات نہیں کہتے کہ حضور ﷺ فرمائیں اور میں تعجب کروں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہو تو نہیں سکتا' لیکن آپ کہتے ہیں تو مانتا ہوں کوئی ایسی بات نہیں جو آپ کہتے ہیں' بلا تکلف سچ ہے اور جب بات ہوئی پوری' آخر میں صدیق نے ایک وزنی دلیل دے دی کہ ان اشھد انک رسولا۔ حقا۔ محبوب میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں جب رسول کی زبان پر ہے تو پھر سوچنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ پورے نہیں کہے تھے تو آگے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو یہ گواہی دیتا ہے۔ وانا اشھد تو میری بھی گواہی سن لے انک صدیق حقا اگر تو میری رسالت کا گواہ ہے' تو میں محمد ﷺ نبیوں کا سردار تیری صداقت کا گواہ ہوں۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

حق کے لئے کثرت شرط نہیں ہے

مولانا سجاد حسین جوکالیاں منڈی بہاؤالدین

اللہ تعالیٰ بہت زیادہ مہربان ارحم الراحمین اور بہت ہی زیادہ مشفق ہے اس کو اپنی تمام مخلوق کے ساتھ بے تحاشا محبت ہے اور یہ محبت بھی اختیاری اور حکیمانہ ہے جبری اور طبعی نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کسی مجبوری کے تحت اپنی مخلوق سے محبت نہیں کرتا اور نہ ہی کسی احتیاجی اور ضرورت کے لئے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی محبت حقیقی اور قابل ستائش و مدح ہے اسی محبت کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کے بندے صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں ہر وہ بات اور عمل جو اللہ کو ناپسند ہے اس سے گریز کریں تاکہ اللہ کی محبت کا رشتہ استوار اور مستحکم رہے اور کوئی ایسا سبب اور عارضہ لاحق نہ ہو۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان سے محبت کی بجائے نفرت کرنے لگے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی صحیح رہنمائی فرماتے ہوئے دونوں راستے انسان کو بتا دیئے وھدینہ النجدین ہم نے انسان کو دونوں راستے بتا دیئے ہیں۔

یہ دو راستے بہت قدیم ہیں ایک کو صراط مستقیم یا صراط اللہ اور دوسرا کو صراط الطاغوت یعنی شیطان کا راستہ پھر دوسرا راستہ جسے طاغوتی راہ کہتے ہیں۔ اس کی بے شمار شاخیں ہیں جن سب کا منبع مخرج اور بنیاد شیطان ہے اور صراط مستقیم روز ازل سے ایک ہی آرہا ہے۔

اس کی شاخ کوئی نہیں وہ سیدھا اور ہموار ہے اس کی سمت ہمیشہ سے ایک ہی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ زمین پر ایک سیدھی لکیر ڈالی اور پھر اس کے دائیں بائیں کئی لکیریں ڈال دیں اور صحابہ کرام ؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ سیدھی لکیر صراط مستقیم ہے اور باقی صراط الطاغوت ہیں اور ہر راستے پر ایک ایک شیطان بطور رہبر موجود ہے۔

اسی تقسیم کو برقرار رکھتے ہوئے۔ قرآن مجید نے کبھی خیرالبریہ اور شرالبریہ کبھی حزب اللہ اور حزب الشیطن کبھی اصحب الجنۃ اور اصحب النار کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے اور کبھی ھم المفلحون اور ھم الخاسرون کی تفریق ڈالی ہے۔

قرآن مجید کو پڑھنے یعنی سمجھ کر پڑھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور کافروں کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے کئی مثالیں اور تشبیہات دی ہیں کہ جس طرح اندھا اور دیکھنے والا عالم اور جاہل اسی طرح غیر جاندار اشیاء میں سے دھوپ اور چھاؤں اندھیرا اور اجالا وغیرہ برابر نہیں ہیں اسی طرح ایک مومن اور کافر میں بھی بہت زیادہ مسافتیں اور نہ ختم ہونے والے فاصلے ہیں۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی ایمان والوں کے ساتھ ہے اور کفار کے دوست طاغوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی دوستی کا لحاظ رکھتے ہوئے ایمان والوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے ہیں۔ شرک و بدعت گمراہی و ظلمات گناہ کی غلاظتوں سے نکال کر اپنی وحدانیت اور نیکی کی نفاست و پاکیزگی کی طرف لاتے ہیں۔ اس کے برعکس کفار کے دوست طاغوت اپنے کفار دوستوں کو ہمیشہ اعراض عن الحق پر پختہ کرتے رہتے ہیں۔

اب مزید اس موضوع کو پھیلاتے جائیں تو یہ بات پوری طرح عیاں ہوتی ہے کہ یہ دونوں جماعتیں باہم ضدین ہیں اور آپس میں بہت زیادہ بعد تفاوت اور دوری ہے ان کا اتحاد و اتفاق محال ہے اور اللہ کے نزدیک لایستون عنداللہ ہیں۔ مزید آگے چلے جائیں۔ ان کے انجام تک وہ بھی بہت زیادہ مختلف ہے کیونکہ ان کے اعمال میں بہت زیادہ فرق تھا۔ اس لئے ان کے نتائج بھی مختلف ہوں گے اور ان کی منزلیں اور ابدی مقامات بھی الگ الگ ہوں گے۔

● ایمان والوں کے لئے بشارت ہے ھم الفائزون اور کافروں کے لئے وعید ہے۔ ھم الخاسرون ان کے درمیان فرق کیوں نہ ہو ان کی زندگی کا تقابلی جائزہ تو لیجئے۔

ایمان والے سبحان اللہ کیا کہنے ان لوگوں کے سب سے بڑی اور اہم بات ان کا ایمان اللہ پر ہے ان کا یقین و توکل صرف اسی پر ہے اپنی مدد اور فریاد رسی کے لئے صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول ﷺ ان کے ہادی و رہبر ہیں پوری کائنات کے انسانوں میں سے ان کی پسندیدہ اور محبوب ترین شخصیت اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور پھر مزید ان کے رہبر و رہنما صحابہ کرام ؓ بھی ہیں۔ اصحابی کا النجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

جن کی تعریف و توصیف سے قرآن پر ہے اور پھر آخرت پر ایمان کامل رکھتے ہیں کیونکہ انہیں اس بات میں بہت فوائد ملنے کی امید ہے آخرت میں یہ رسول اللہ کی زیارت کے مشتاق ہیں اور خواہش مند ہیں۔ رسول اللہ کے جانثاروں سے ملنے کے جنہوں نے اپنی زندگیاں اللہ کے رسول پر قربان کر دیں۔ اسی ایمان و اعتقاد کے ثمرات کے طور پر ان کی زندگیوں سے امانت و دیانت صدق و وفا تقویٰ پرہیزگاری توکل واستقامت وغیرہ کی خوشبو آتی ہے اور کفار وہ منکر ہوتے ہیں خدا کے جنہیں دہریے کہا جاتا ہے اور بعض اللہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی صفات و عادات میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے اعمال میں پاکیزگی کی بجائے جھوٹ و افترا خیانت واستہزاء بغاوت و سرکشی کی بدبو ہوتی ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 23

سلسلہ نمبر 7

سوالوں کے جوابات

مولانا ثناء اللہ سجاد آبادی

سوال شرکاء غزوہ بدر اور ان کی سواریوں کے جانوروں اور فرشتوں کی جس جماعت کو اللہ تعالٰے نے مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیجا تھا۔ اس کے صحیح اعداد و شمار سے نوازیں۔ نیز شہداء بدر کی تعداد کے علاوہ سب سے پہلے شہید کا نام بھی بتائیں۔

سائل..... محمد عمر میرپور خاص

جواب غزوہ بدر کے شرکاء کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ تین سو تیرہ کا عدد نہایت متبرک ہے۔ قرآن مجید کے دوسرے پارہ کے آخر میں حضرت طالوت کے جس لشکر کی جالوت کے لشکر سے جنگ اور فتح کا قصہ بیان ہوا ہے' اس کے مجاہدین کی تعداد بھی تین سو تیرہ تھی۔

غزوہ بدر کے شرکاء میں سے ۸۰ کے قریب مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لشکر کی گنتی ہوئی اور آپ کو 313 مجاہدین کی تعداد سے مطلع کیا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا عدۃ اصحاب طالوت الذین جازو معہ النھر "یہ تعداد اصحاب طالوت کی ہے جنہوں نے ان کے ساتھ نہر عبور کی تھی" لشکر اسلام کے پاس صرف پانچ گھوڑے تھے۔ ایک حضرت مقداد' کے پاس' ایک حضرت زبیر ﷺ اور ایک حضرت مرثد ﷺ کے پاس' اور دو گھوڑے قائد لشکر اسلام حضرت امام المجاہدین ﷺ کے پاس' جبکہ اونٹوں کی کل تعداد 70 تھی' جن پر مجاہدین باری باری سوار ہوتے تھے۔

مشرکین کی تعداد 950 یا 1000 تھی' جن کے پاس 100 گھوڑے تھے اور اونٹوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ناچنے اور گانے والی عورتیں بھی تھیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ شیطان بھی بنفس نفیس اس لشکر کی مدد کے لئے آیا ہوا تھا۔ جس نے سراقہ بن مالک کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔ چونکہ سراقہ بن مالک قبیلہ بنو کنانہ کا سردار تھا' اور بنو کنانہ کی قریش سے دشمنی چل رہی تھی' اور قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں پیچھے سے بنو کنانہ مکہ پر حملہ نہ کر دیں' لہٰذا ان کی دلجوئی کے لئے خود شیطان کو میدان کارزار میں آنا پڑا' اور اس نے ابو جہل اینڈ کمپنی کو تسلی دی کہ بنو کنانہ کی فکر نہ کرو' بلکہ وہ بھی میرے پیچھے تمہاری امداد کو آ رہے ہیں۔

مسلمانوں کی امداد کے لئے اللہ تعالٰی نے 500 فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور 500 حضرت میکائیل علیہ السلام کی قیادت میں بھیجے' بعض روایات میں تین ہزار اور پانچ ہزار بھی مذکور ہیں۔ غزوہ بدر میں جام شہادت نوش کرنے والے مجاہدین کی تعداد چودہ ہے جن میں چھ حضرات مہاجرین' اور آٹھ انصار تھے' ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

مہاجرین شہداء کے اسماء گرامی

(1) عبیدہ' بن الحارث (2) مہجع ﷺ مولی عمر بن الخطاب ۸ (3) عمیر ﷺ بن ابی وقاص (4) عاقل ﷺ بن بکیر (5) صفوان ﷺ بن بیضاء فہری (6) عمیر بن عبد عمرو الخزاعی' انہیں ذوالیدین اور ذوالشمالین بھی کہا جاتا ہے۔

انصار شہداء کے اسماء گرامی

(1) عوف' بن عفراء (2) معوذ' بن عفراء (یہ دونوں بھائی ہیں۔ بعض حضرات نے ان کی ولادت حارث بھی بتلائی ہے) (3) حارثہ بن سراقہ (4) یزید' بن الحرث بن قیس (5) رافع' بن المعلی (6) عمیر' بن الحمام بن الجموح (یہ چھ حضرات قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں) (7) سعد بن خیثمہ (8) مبشر' بن عبدالمنذر (یہ دونوں قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے)

سب سے پہلے شہید

غزوہ بدر کے سب سے پہلے شہید حضرت مہجع ہیں جو کہ حضرت عمر فاروق' کے غلام تھے۔

مقام تدفین

شہداء مہاجرین میں سے اول الذکر حضرت عبیدہ' بن حارث کے سوا باقی تمام شہداء کو بدر کے میدان میں ہی دفن کیا گیا۔ حضرت عبیدہ چونکہ میدان میں شدید زخمی ہو گئے تھے اور مدینہ واپسی کے دوران مقام صفراء میں جان بحق ہوئے تھے لہٰذا انہیں غالباً صفراء میں ہی دفن کیا گیا۔

مقتول مشرکین کی تعداد

ستر مشرک جہنم واصل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ 24 ہلاک شدگان کو قلیب (گڑھے) میں ڈال دیا گیا تھا۔ جن میں ابو جہل' عتبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ اور حرث بن عامر وغیرہ شامل تھے۔

☆...○...☆

سوال کیا کچھ صحابہ کرام غزوہ بدر میں شریک ہونے رہ بھی گئے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب چھ صحابہ کرام ایسے تھے جو حضور ﷺ کے حکم سے دیگر امور میں مصروف ہونے کی بناء پر غزوہ میں شمولیت نہ کر سکے۔

(1) حضرت عثمان غنی' جو کہ حضور ﷺ کے داماد ہیں۔ ان کی اہلیہ' حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ شدید بیمار تھیں اور انہیں تیمارداری کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان' کو اس لئے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم فرمایا؟

(2) حضرت ابولبابہ' جنہیں حضور ﷺ نے مدینہ میں اپنا نائب بنایا تھا۔

(3) حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بن عدی کو حضور ﷺ نے اہل قباء کی طرف اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا۔ اس وجہ سے وہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔

(4) حضرت طلحہ بن عبداللہ

(5) حضرت سعید بن زید ان دونوں کو حضور ﷺ نے غزوہ سے قبل دشمن کے قافلہ کی جاسوسی کے لئے بھیجا تھا اور جب یہ واپس لوٹے تو غزوہ ختم ہو چکا تھا۔

(6) حضرت حرث بن حاطب جنہیں آپ ﷺ نے قبیلہ بنو عمرو ابن عوف پر اپنا نائب بنایا تھا۔

☆...O...☆

سوال کیا حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ اس پر حواب کے کتے بھونکیں گے اور یہ باطل پر ہوگی۔

جواب احادیث کے تمام تر مجموعہ میں کہیں بھی حضور ﷺ سے یہ الفاظ کہ "اس پر حواب کے کتے بھونکیں گے اور یہ باطل پر ہوگی" ثابت نہیں ہیں۔ البتہ مسند احمد بن حنبل" کی ایک روایت جو کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کی گئی ہے اس میں آپ فرماتی ہیں۔

لما كنت على الحوئاب سمعت بناح الكلاب فقالت ما اظنني الا راجعته ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنا ايتكن تنبح عليها كلاب الحوئاب ' فقال لها الزبير ترجعين عسى الله ان يصلح بين الناس (مسند احمد بن حنبل" جلد ۶ صفحہ نمبر ۹۷)

ترجمہ:۔ (جنگ جمل کے وقوعہ سے کچھ روز قبل بصرہ کی طرف جاتے ہوئے) جب حواب آیا تو میں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی' میں نے کہا اب تو میں واپس ہونے لگی ہوں کیونکہ آپ ﷺ نے ایک بار ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی پر حواب کے کتے بھونکیں گے' زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ واپس جائیں گی؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب سے لوگوں میں صلح کرا دے" (یعنی آپ واپس نہ جائیں)۔

ایک اور روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں'

فقال بعض من كان معها بل تقدمين فيراك المسلمون فيصلح الله عزوجل ذات بينهم (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ نمبر ۵۲)

ترجمہ:۔ آپ کے ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا "بلکہ آپ آگے بڑھیں کہ مسلمان آپ کو دیکھیں تو اللہ عزوجل ان کے درمیان صلح کرا دے"

دونوں روایتوں کی حقیقت

یہ دونوں روایتیں مسند احمد بن حنبل میں اسماعیل بن ابی خالد کے واسطے سے قیس بن ابی حازم سے مروی ہیں' قیس کو کافی سارے محدثین نے ضعیف منکر الروایہ' اور ساقط الحدیث کہا ہے۔ اور موصوف کی اس روایت پر بھی کلام کیا ہے یعنی اسے صحیح تسلیم نہیں کیا (دیکھیے تہذیب التہذیب) یاد رہے کہ یہ دونوں روایتیں مسند احمد بن حنبل کے علاوہ تمام مجموعہ احادیث میں ناپید ہیں اور مورخین میں بھی سب سے پہلے اس افسانے کو چھیڑنے والے جناب طبری ہیں' جن کا میلان شیعیت کی طرف تھا۔ بلکہ جناب طبری صاحب تو اپنے مزاج کے مطابق اس روایت میں تھوڑی سی ملاوٹ اپنی طرف سے بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں "حضرت عبداللہ بن زبیر" نے عرض کیا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ حواب کا چشمہ ہے' وہ جھوٹ بولتا ہے۔ تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھیں"

ممکن ہے جناب طبری صاحب نے شیعی ہونے کے باوجود حضرت ام المومنین کی پوزیشن اپنی طرف سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہوئے دراصل اپنے آپ کو حقیقت پسند اور غیر متعصب ثابت کرنے کی کوشش کی ہو تاہم واضح قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے' کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی ایک پیش گوئی بیان کی جا رہی ہے جس کی نوعیت کی اہمیت کے پیش نظر اسے تمام محدثین کو قبول کرنا چاہیے تھا۔ جبکہ ایسا نہیں ہوا' اس کی اہم وجہ قیس بن ابی حازم راوی کا غیر معیاری ہونا ہے' جس کی بناء پر اکثر محدثین اس پر اعتماد نہیں کرتے تھے' پھر مزے کی بات یہ ہے کہ زمانہ اول کے مورخین نے بھی یہ روایت قبول نہیں کی' اور طبری کے پیش رو علامہ ابن سعد نے بھی جنگ جمل کے واقعات میں اس قسم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

ایک اہم اور دلچسپ بات

طبری نے تو کمال ذہانت کا ثبوت دیا ہے' اس لئے کہ ---------- یہی طبری اپنی تاریخ کے حصہ دوم میں یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ حواب کے کتوں کے بھونکنے کا یہ واقعہ ام زمل سلمیٰ بنت ام قرفہ کے ساتھ پیش آیا۔ یہ عورت دراصل ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھی۔ ایک مرتبہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ تم میں سے ایک حواب کے کتوں کو بھونکائے گی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت کو آزاد کر دیا اور یہ اپنے قبیلہ میں چلی گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتنہ ارتداد کے دوران یہ عورت مرتد ہو گئی' اس کے مرتد ہونے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا اور یہ اس علاقے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے ماری گئی۔

اب قارئین خود اندازہ کریں کہ اگر اس واقعہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو سیدہ کے بارے میں گھڑی ہوئی داستان از خود نابود ہو جاتی ہے کیونکہ سلمیٰ بنت ام قرفہ مرتد ہو کر ۱۱ھ میں حواب کے کتے اپنے اوپر بھونکوا چکی تھی۔ اس صورت میں طبری کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہنا بالکل بلاجواز اور خلاف عقل ہے پھر بعد میں آنے والے مورخین نے انتہائی قابل افسوس طرز اختیار کیا کہ مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے اور کئی ایک سیرت نگار بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔ علامہ سید سلیمان ندوی" نے تو سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں یہ بھی لکھا ہے کہ گاؤں کے پچاس آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ یہ حواب نہیں ہے تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطمینان ہوا' واللہ اعلم کہ سید بادشاہ کا ماخذ کیا ہے؟' تاہم ہمارے نزدیک حقیقت یہی ہے جو بیان ہو چکی ہے--- واللہ اعلم بالصواب۔

سوال "سید کسے کہا جاتا ہے۔ اس کی مکمل تحقیق سے آگاہ فرمائیں۔ (سائل حافظ محمد یوسف۔ لودھراں)

جواب آپ کے سوال کے جواب میں محقق العصر مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی کی تحقیق پیش کی جا رہی ہے۔ توجہ فرمایئے۔

لفظ "سید" عربی زبان کا ایک عام اور کثیر الاستعمال لفظ ہے۔ یہ لفظ خفیف سے تلفظی اختلاف کے ساتھ عبرانی' آرامی اور سریانی میں بھی اسی معنی میں موجود ہے جو آج کل کی عربی میں اس لفظ سے مفہوم ہوتا ہے۔ عربی زبان میں یہ ایک عام تکلمی و تعریفی لفظ ہے جو اسی وسعت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جس وسعت کے ساتھ انگریزی لفظ "مسٹر" فرانسیسی لفظ "موسیو" ہندی لفظ "شری" اور اردو میں لفظ جناب استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان میں عہد جاہلیت سے لے کر اب تک کبھی کسی خاص نسلی گروہ کے لئے یہ مخصوص نہیں رہا ہے۔ جاہلی شاعر سموال بن عادیا کہتا ہے۔

اذا مات منا سید قا سید
قو ول لما قال الکرام فعول

عہد جاہلیت میں لفظ سید عام طور سردار' گھر یا خانوادے کے بڑے آدمی یا اونچے اور قابل تعظیم شریف آدمی کے لئے بولا جاتا تھا۔ قرآن مجید کے دو آیتوں میں لفظ سید آیا ہے۔

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۳۹ میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے لئے سیدا و حصورا و نبیا من الصالحین اور دوسری آیت میں زلیخا کے شوہر عزیز مصر فوطیفار کے لئے' سورہ یوسف کی آیت نمبر ۲۵ میں ہے والفیا سیدھا لدی الباب قرآن مجید میں لفظ سید کی عربی جمع مکسر بھی ایک جگہ سورت الاحزاب آیت نمبر ۶۷ میں ہے یہاں لفظ سادۃ بمعنی سرداروں اور سربرآوردہ لوگوں کے لئے آیا ہے وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا و کبرائنا فاضلونا السبیلا روایات حدیث میں لفظ سید بہ کثرت استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ گھر' سردار اور آقا کے عمومی معنوں میں آیا ہے۔ کہیں پر یہ غلام کے آقا کے لئے آیا ہے اور کہیں پر وفد کے سردار کے لئے آیا ہے اور کہیں یہ کسی بطن یا قبیلہ کے سردار کے لئے آیا ہے' ان ہی روایتوں میں سے وہ روایت بھی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ قول بیان کیا گیا ہے کہ قوموا لسیدکم یہ حضرت سعد بن معاذ' سید اوس کے لئے ہے۔ (اور ایک روایت میں یہ لفظ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے آپ کے عزیز نواسے حضرت حسن کے لئے بھی استعمال ہوا ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں میرا یہ بیٹا سید ہے۔ امید ہے کہ اللہ پاک اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔) البتہ کسی مرفوع روایت لفظی میں جہاں حضور ﷺ کا قول مروی ہو لفظ سید کسی مخصوص نسلی گروہ کے لئے نہیں ہے۔

عہد نبوی' عہد صحابہ اور عہد تابعین میں کہیں یہ لفظ کسی گروہ کے لئے مخصوص امتیازی لقب کے طور پر استعمال ہوتا نظر نہیں آتا۔ ہر جگہ تخاطب و تذکرہ میں یہ ایک عام تعظیمی لفظ ہی دکھائی دیتا ہے اور آج کل کی عربی زبان میں اس لفظ کے استعمال کا تو یہ عالم ہے کہ عربی اخبارات و رسائل عام طور پر "السید جواھر النھر" "السید نرسمھارا" "السیدہ اندرا" لکھا کرتے ہیں۔

لغوی تشریح

لفظ سید کی لغوی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کے مادہ' س۔ و۔ د سے بنا ہے' جیسے مادہ ج۔ و۔ د سے لفظ جید بنا ہے' اصل مادہ کے معنی ہیں۔ سیاہ' کالا اور بڑا۔ پہلے پہلے یہ لفظ صحرا نشینوں نے ہرن کی ڈار میں جو نر ہوتا ہے' اس کے لئے استعمال کیا تھا۔ کیونکہ پوری ڈار میں یہی ایک سردار ہوتا ہے۔ جس کی پیٹھ پر سیاہ لکیریں اور سیاہ اون ہوتا ہے۔ اس کے سینگھ بڑے اور شاخ دار ہوتے ہیں۔ وہاں سے ترقی کر کے یہ لفظ خیمہ بستیوں کے سردار کے لئے استعمال ہوا اور اس کے بعد نزول قرآن مجید سے بہت پہلے ہی عام تکلمی لفظ بن گیا۔ اور آج تک ساری عرب دنیا میں بمعنی مسٹر بولا جاتا اور لکھا جاتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں سید

اسلامی تاریخ میں لفظ سید کی کہانی یہ ہے کہ ۳۴۸ھ کے بعد جب کہ دیلمی ایرانیوں نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور شیعہ سنی فسادات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا تو حکومت وقت نے عباسیوں اور دیگر بنی ہاشم سے ممتاز کرنے کے لئے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی اولاد کے لئے لفظ سید بطور نسلی خطاب کے رواج کیا۔ لیکن بہت جلد ہی اولاد حسینؓ اور اولاد حسنؓ میں جھگڑا چل پڑا۔ اور بالآخر یہ طے پایا کہ حضرت حسنؓ کی اولاد کو "الشریف" لکھا جائے اور حضرت حسینؓ کی اولاد کو "السید" لکھا جائے۔ یہ صلح نامہ عراق اور چند مخصوص مقامات کے سوا نافذ نہ ہو سکا۔ افریقہ اور مصر کے حکمران اپنے آپ کو فاطمی کہتے تھے اور وہ اپنے اس امتیازی لقب کو چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ اسی طرح ایران نے السید اور الشریف کی تفریق کو عام طور سے کبھی قبول نہیں کیا۔ اور نہ کہیں وسط ایشیا اور علاقہ اناطول میں تفریق نظر آتی ہے۔ نہ انڈونیشیا اور نہ چین میں اب اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان' پاکستان اور ایران میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو سید کہتے ہیں۔ افغانستان میں انہیں شاہ اور بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اولاد حسینؓ اور اولاد حسن ﷺ میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی ہے۔

ہندوستان میں

ہندوستان کی مرکزی حکومت دہلی پر مسلمانوں نے ۵۸۹ھ میں قبضہ کر لیا تھا ۶۵۶ میں تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی کے بعد بہت سے نیکوکار اور دیندار لوگ عراق و ایران سے نکل کر ہندوستان میں آباد ہو گئے۔ ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے یہ لوگ عقیدت اور محبت کی نظر سے دیکھے جانے لگے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد اور وارثوں نے ان کے عرس کئے' میلے ٹھیلے ہوئے اور پیری مریدی کا کاروبار چمکنے لگا تو عوام کی صاحب مزار بزرگ سے عقیدت کو استوار کرنے کے لئے ان کے نسب نامے حضرت حسنؓ اور حضرت حسین ﷺ سے ملا کر انہیں سید مشہور کر دیا گیا۔ اور اس قدر کر دیا گیا کہ کسی نے اس حرکت کے خلاف

بقیہ صفحہ نمبر 27

یاد رفتگاں

تم کیا گئے کہ رونق بزم جہاں گئی

سید محمد زکریا انور متعلم جامعہ خیر المدارس، ملتان

کتنی ہی ہر دلعزیز شخصیت ہو اسے اس فانی دنیا سے ایک دن کوچ کرنا ہے ہر روز ہم اپنی آنکھوں سے جنازے اٹھتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں موت کی فکر نہیں۔ رب ذوالجلال کا یہ حکم نہ جانے ہماری آنکھوں سے کیوں اوجھل ہے' کل نفس ذائقة الموت کہتے ہیں کہ انسان دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن دلوں میں بسنے والے بظاہر دنیا سے منتقل ہوتے ہیں۔ بعض خوش بخت ایسے اجل کو سینے سے لگاتے ہیں کہ حیات ابدی یعنی شہادت کی موت کو پاجاتے ہیں۔ یہ عظیم موت' عظیم لوگوں کے حصے میں ہی آتی ہے۔ اس موت کے بارے میں پیغمبر انقلاب' امام المجاہدین' نبی السیف محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ' میری آرزو ہے کہ میں تیرے راستے میں شہید کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر شہید کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں اس حدیث مبارکہ سے آپ خود اندازہ لگائیے کہ شہادت کتنی عظیم نعمت ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ شدت سے آرزو فرما رہے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے شہداء کی حیات کا صراحتاً اعلان فرمایا۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ○ ترجمہ:۔ اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں کہ مردے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ (پ ۲' آیت ۱۵۴' ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

دیکھئے شہادت کا مرتبہ کتنا عظیم ہے معروف واقعہ ہے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنی مبارک زندگی گھوڑے کی پشت پر آگ و خون سے کھیلتے ہوئے گزار دی لیکن اجل بستر پر لکھی ہوئی تھی۔ نزع کے وقت آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کسی نے پوچھا موت سے ڈر گئے؟ فرمایا نہیں' میں نے تو رب سے شہادت مانگی تھی اور اس کی تلاش میں بڑے بڑے طوفانوں سے ٹکر لی لیکن موت بستر پر آرہی ہے۔ آج کل ہمارے ملک میں بے گناہ نمازی' علماء' طلباء اور دینی اسکالرز کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ کتنی ماؤں کے دل کے ٹکڑے اور کتنی بیویوں کے سہاگ اور کتنی بہنوں کی چادروں کے محافظ بھائی دین دشمن عناصر کے ہاتھوں عالم آخرت کی طرف چل بسے۔ انہی شہیدوں میں سے ایک میرا بہت ہی پیارا خالہ زاد بھائی' بھائی جان "سید محمد شاہ" بھی ہے۔ جس نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا' جس کے ہنسنے کھیلنے مسکراتے چاند سے چہرے پر ڈاڑھی پھوٹ رہی تھی۔ جو ابھی طفل مکتب تھا' جو تحصیل علم کے لئے اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور گیا تھا۔ وہ بااخلاق شخص جو کسی سے ایک بار ملتا تو اس کے دل میں گھر کر لیتا' ماں کی امیدوں اور بہنوں کے ارمانوں کا سہارا نماز جمعہ کے لئے گھر سے گیا تھا' جس کا سامان تیار کر کے اس کی بہنیں انتظار کر رہی تھیں۔ سفر کے لیئے ماں اس کی راہیں تک رہی تھی۔ بھائی اور والدہ بڑی بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔ وہ گھر سے پانی سے نہا کر گیا تھا لیکن جب گھر واپس پہنچا تو اپنی جوانی کے گرم اور پر جوش خون سے نہایا ہوا تھا۔ یہ تھا وہ معصوم نواسہ رسول سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ جو آغاز شباب میں ہی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گیا۔ یہ میرے بھائی جان تھے۔ جو خطیب الاحرار' رفیق امیر شریعت' مولانا سید فضل الرحمان شاہ صاحب احرار رحمہ اللہ کے نواسے' حافظ محمد نعیم شاہ صاحب کے چشم و چراغ اور شیخ الحدیث مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب کے ہونے والے داماد تھے۔ پہلے درجہ قاری سے لے کر درجہ حدیث تک جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں علم حاصل کیا۔ پھر تخصص (پی ایچ ڈی) کے لئے دارالعلوم کراچی چلے گئے۔ ابھی ایک سال مکمل ہوا تھا کہ تمام اساتذہ خصوصاً حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی توجہات اور شفقتوں کا مرکز بن گئے۔ سالانہ تعطیلات میں گھر آئے ہوئے تھے اور ۱۳ فروری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ فیصل آباد سے کراچی روانگی تھی۔

رخت سفر باندھ کر اپنے استاذ مفتی محمد مجاہد صاحب کے ساتھ نماز جمعہ کیلئے تشریف لے گئے۔ شروع ہی سے دونوں کے درمیان حد درجہ محبت اور انس تھا۔ مفتی مجاہد صاحب نے بحیثیت استاذ تربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔ اکٹھے ہی آنا جانا ہوتا تھا۔ چھٹیاں بھی انہیں کے پاس گزارتے۔ آج آخری سفر کے لئے بھی اکٹھے ہو گئے نماز جمعہ سے واپسی پر راستے میں کھڑے ہوئے دو دہشت گردوں نے ان معصومین کو خون میں نہلا دیا۔ یہ نوجوانان اسلام اپنے پاک اور گرم خون کو لے کر رب ذوالجلال کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور اپنے وطن کی آگ اور خون سے آلودہ فضاؤں کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ دیا۔

تیرے جانے سے چمن میں اس طرح چھائی خزاں
ہر کلی ہے نوحہ گر ہر پھول کے آنسو ہیں رواں

اب انہیں شہید ہوئے کئی ماہ بیت چکے ہیں مگر قاتل اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم حکومت سے انصاف کی بھیک نہیں مانگتے۔ ہم اپنے شہیدوں کے خون کا حساب ان فصلی بٹیروں اور نااہل حکمرانوں سے نہیں لیتے۔ ہم نے کوئی احتجاج' کوئی توڑ پھوڑ نہیں کی' ہم وطن کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرنا عبادت سمجھتے ہیں مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بے شرم حکمرانوں نے ہمارے اخلاص کا یہ صلہ دیا کہ ہمارے شہیدوں کے قاتلوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ ہم صبر کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے

دشمن اور ظالم حکمران کے خلاف استغاثہ دائر کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور انصاف فراہم کرے گا اور ہمیں صبر کا صلہ عطا کرے گا انشاء اللہ۔ اس استغاثہ میں ایک نام نہیں بلکہ علماء حق کے خون ناحق کی ایک طویل فہرست ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی' مولانا ایثار القاسمی' مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب' مولانا احسان اللہ فاروقی' مولانا ضیاء الرحمان فاروقی' ڈاکٹر حبیب اللہ مختار' مولانا انیس الرحمان درخواستی' مفتی عبدالسمیع' مولانا قاری اللہ داد تونسوی' خیر المدارس کے دو ہونہار طالب علم' ندیم اقبال اعوان ایڈووکیٹ' دارالعلوم کبیر والا کے دو طلباء اور اب فیصل آباد میں حضرت مولانا مفتی محمد مجاہد اور مولانا محمد شاہ شہید۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی دین حق کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے ان خادموں کو ناحق قتل کرنے والوں کو ضرور عبرتناک سزا دے گا۔

ملک میں بدامنی اور قتل و غارت کی جو فضا قائم ہے اس کے نتیجے میں آئے روز بے گناہ شہری موت کی وادی میں اتر رہے ہیں۔ ان سب بے گناہوں کا خون حکمرانوں ہی کے سر ہے۔ جو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔

بھائی جان شہید انتہائی بااخلاق اور ذہین و فطین تھے۔ اپنے نانا مجاہد سید فضل الرحمان احرار رحمہ اللہ کی آرزوؤں کا مظہر تھے۔ مولانا احرار ساری زندگی شہادت کی تڑپ میں پھرتے رہے لیکن

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

بقول سعدی' اللہ کو اپنے جس بندے سے محبت ہوتی ہے تو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے بعد اسے اپنے دربار میں بلا لیتے ہیں۔ بھائی جان شہید نے شہادت سے صرف ایک دن قبل جتنی امانتیں اپنی پاس تھیں سب کو ایک کاغذ پر لکھ کر امانتیں اس میں لپیٹ دیں اور آفرین ہے اس شہید ناز پر جب گولیاں اس کے نازک جسم پر لگیں اور دایاں ہاتھ شل ہو گیا جیب میں کسی کا خط تھا جو بائیں ہاتھ سے جیب سے نکالا اور اپنا مقدس اور گرم خون اپنی انگلیوں سے لگا کر اس شخص کا (جس کی یہ امانت تھی) فوراً نمبر لکھ دیا۔ اللہ اکبر...... اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے رکشے کی سیٹ پر اپنا سر رکھ دیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ ان کی میت کو ہسپتال لے جایا گیا۔ شہر میں اطلاع ہوئی تو سینکڑوں کی تعداد میں علماء و طلبا ہسپتال پہنچنا شروع ہو گئے الحمدللہ سید فہیم شاہ صاحب کی کوشش سے پوسٹ مارٹم نہیں کرنے دیا گیا۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی سعی قبول فرمائے۔ کراچی میں تعلیم کے دوران ان کے شفیق استاد مفتی محمد مجاہد شہید کی والدہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنے تعزیتی خط میں چند اشعار بھی نقل کئے تھے' ایک شعر تھا۔

وہ پھول چنا میرے گلشن سے اجل نے
جس پھول کی خوشبو سے معطر ہے جہاں آج

میں یہی شعر اپنے شہید بھائی کی نذر کرتا ہوں...... شہید کی والدہ کو دیکھ کر حضرت صفیہ کی یاد تازہ ہو رہی تھی' جو بھی آتا انہیں فرماتی "شہید پہ رویا نہیں جاتا"

14 مارچ کی صبح شہید معصوم کا جنازہ گھر سے اٹھا تو والدین صبر و استقامت کا پہاڑ بنے کھڑے تھے۔ جامعہ امدادیہ پہنچے تو ان کے استاد اور رفیق شہادت مفتی محمد مجاہد شہید ان کا انتظار کر رہے تھے۔ دونوں شہداء کو اسی گراؤنڈ لے جایا گیا۔ یہاں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ تاحد نگاہ انسانوں کا ایک خاموش سمندر تھا جو شہداء اسلام کے غم میں ساکت و جامد تھا۔ نماز جنازہ میں علماء و طلباء کے علاوہ مسلمانوں کے ایک جم غفیر نے شرکت کی اور پھر یہ چاند چہرے ہمیشہ کے لئے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

الوداع' اے محترم بھائی! الوداع۔
اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے۔ آمین

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے روٹھ گئے دن بہار کے

جام پور میں مولانا یحییٰ عباسی کے خطاب پر شیعہ افراد کا سپاہ صحابہ میں شمولیت کا اعلان

تحریر۔ مولانا فیض الحق عثمانی صدر سپاہ صحابہ ضلع راجن پور نائب صدر سپاہ صحابہ پنجاب

جنوبی پنجاب کی ڈویژن ڈیرہ غازیخان میں ایک شہر جام پور واقع ہے وہاں پر گزشتہ دنوں ماہ ذوالحجہ میں 18 ذوالحجہ کو مولانا فیض الحق عثمانی صدر سپاہ صحابہ راجن پور کی مسجد خلفاء راشدین میں شہادت عثمان غنی کانفرنس منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی صاحبزادہ حضرت مولانا محمد یحییٰ عباسی تھے۔ مولانا عباسی نے اپنے منفرد انداز میں جب شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر روشنی ڈالی تو شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہید کی یاد تازہ ہو گئی اور لوگوں کی زبانوں سے بے ساختہ یہ نعرہ لگا عباسی تیرے روپ میں فاروقی کی تصویر ہے۔ مولانا عباسی کا ولولہ انگیز خطاب سن کر وہاں پر موجود پانچ شیعہ نوجوانوں نے شیعیت چھوڑ کر سپاہ صحابہ میں شمولیت کا اعلان کیا اور کہا کہ ہم نے آج سنا ہے اسلام میں حضرت حسین سے بڑے مظلوم شہید بھی ہیں ذاکر نے آج تک ہم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ عثمان غنیؓ کا چالیس دن تک پانی بند رہا اور موت کے بعد بھی ان پر ظلم ہوتا رہا۔ انہوں نے کہا ہمیں آج پتہ چلا ہے کہ خلفاء راشدین کس مقام کے مالک ہیں اور ان کی اسلام کے لئے کیا خدمات ہیں ان نوجوانوں نے مولانا یحییٰ عباسی سے تاریخ لی اور اپنے گھر اللہ آباد میں عظیم الشان جلسہ کرایا اس جلسہ میں یادگار فاروقی شہید مولانا یحییٰ عباسی اور طاہر جھنگوی مولانا فیض الحق عثمانی اور دیگر مقامی علماء کرام مولانا ابوبکر فاروقی نے شرکت کی۔ تمام ضلع کے کارکنان نے ہزاروں کی ... میں اس کانفرنس میں شرکت کی۔ اور ان نئے کارکنوں کی حوصلہ افزائی کی اس واقعہ کے بعد یہ احساس پیدا ہوا ہے الحمدللہ سپاہ صحابہ کے قائدین کی قربانیاں رنگ لا رہی ہیں اور لوگوں کو رفض کی حقیقت سمجھ آنے لگی ہے اور انشاء اللہ العزیز عنقریب یہ انقلاب آئے گا کہ جب سپاہ صحابہ کی قربانیوں کی وجہ سے لوگ رفض کا اصلی چہرہ دیکھ لیں گے۔

بقیہ 28

جھنگ خیر المدارس ملتان سے حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ مہتمم لاہور سے حضرت اقدس سید انور حسین نفیس رقم مدظلہ اور حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری' حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ صاحب بخاری مدظلہ اور بہت سے علماء کرام شریک ہوئے جنازے سے قبل ایم سی ہائی سکول کے وسیع گراؤنڈ میں خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی مدظلہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق مدظلہ مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور جناب خالد لطیف چیمہ نے اپنے اپنے انداز میں شہید کو خراج عقیدت پیش کیا اور مظلومانہ قتل پر صدائے احتجاج بلند کی۔ حکومت کی شیعہ نوازی پر احتجاج بھی کیا۔ لوگ زار و قطار رو رہے تھے جنازوں کی امامت حضرت اقدس سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم مدظلہ نے فرمائی حضرت شاہ صاحب تدفین میں بھی شریک ہوئے ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ صاحب بخاری مدظلہ بھی تدفین میں شریک تھے۔ پیرجی شہید کو قطب الاقطاب حضرت پیر جی عبدالعزیز رائپوری کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا' جناب شیخ امجد حسین شہید کو بھی پیرجی کے قریب دفن کیا گیا۔ قبر پر مٹی ڈالنے کے لئے لوگ ایک دوسرے سے سبقت لے رہے تھے۔ تدفین کے بعد حضرت اقدس سید انور حسین شاہ مدظلہ نے دعا فرمائی۔

خدا کی تم پہ رحمت ہو محمد کی شفاعت ہو
دعا میری سدا تمہیں جنت کی راحت ہو

بقیہ 27

آواز اٹھانے کی جرأت نہیں کی' یا ضرورت نہ سمجھی بنیادی طور پر اسلامی تعلیمات اور قرآنی توضیحات کے بعد اس کی مطلق گنجائش نہیں کہ نسب یا وطن' زبان یا رنگ کی بناء پر کسی کی برتری یا کمتری کا فیصلہ کیا جائے۔ اس لئے ہمارے قدیم بزرگوں نے اس فضول سے جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں محسوس کی' اور لوگ دھڑا دھڑ سید بنتے رہے۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں تو یہاں تک کہہ دیا گیا کہ:۔

اولاً جولاہ بودم بعدہ گشتم شیخ
غلہ ارزاں گر شود امسال سیدی شوم

اور واقعی صورت حال بھی یہی تھی کہ محرم میں کھچڑا اور عرس مبارک میں کھچڑی کے لئے اگر غلہ سستا مل جائے تو سید ہو جانا کوئی بڑا مشکل کام نہ تھا۔ محرم میں کھچڑا لٹا کر اور عرس مبارک میں تبرک کی کھچڑی تقسیم کر کے لوگ سید بن جاتے تھے۔

ہماری آنکھوں کے سامنے بیسیوں گھرانے سید بنے اور ایسے بنے کہ جو انکار کرے اسے لوگ جھوٹا (؟) قرار دیں۔

پاکستان میں

1366ھ میں پاکستان بن گیا تو بڑی تعداد میں لوگ ہجرت کر کے ہندوستان سے پاکستان آ گئے۔ یہاں انہیں کون جانتا تھا کہ وہ ضلع آرہ کے نائی تھے یا ضلع مراد آباد کے قصاب' اب تو غلہ ارزاں ہونے کا انتظار بھی ضروری نہ تھا۔ ہزاروں ہی سید بن گئے۔ مکانوں پر جلی قلم سے لکھوایا۔ دستخط میں خود اپنے قلم سے لفظ سید کا اضافہ کر دیا۔ کسے پڑی تھی کہ اس کی تحقیق یا تردید کرتا۔ پاکستان میں ایک نسل پیدا ہوئی اور جوان ہو کر عمل میں آ گئی۔ اسے کیا معلوم کہ ابا جان یا دادا جان کیا کون تھے۔ وہ تو اپنے آپ کو سید ہی سمجھتے رہے اور سمجھتے رہیں گے۔ (مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی کے چند مکاتیب ص ۱۲۵ تا ۱۲۸)

بقیہ 25

اب اس موضوع کو تھوڑا سا مختصر کرتے ہوئے یہ بات زیر غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دونوں راستے ہی الہام کئے آسمانی کتابوں کے ذریعے اپنے پیارے رسولوں کے ذریعے دونوں راستوں کی پہچان کرا دی تاہم حق کو اکثریت نے قبول نہ کیا۔ جمہوریت حق کی مخالفت ہی کرتی رہی۔ اکثریت حق بات سے روگردانی ہی کرتی رہی اور باطل راستوں کو بڑے شوق اور ولولے سے قبول کرتی رہی۔ آیات قرآنی شاہد ہیں۔ وما یومن اکثرھم الا وھم مشرکون O

ترجمہ اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں۔ قلیلا ما تشکرون قلیلا ما تذکرون کہ اللہ کے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں نصیحت حاصل کرنے والے لوگ بہت ہی کم ہیں۔

اب اگر جمہوریت باطل کو حق سمجھے کفر کو ایمان سمجھے اور گمراہی کے راستے کو پھولوں کی سیج سمجھے تو کیا باطل پرستوں کی کثرت سے ابطال حق ہو جائے گا باطل میں سچائی آجائے گی نہیں ہرگز نہیں۔ باطل ہمیشہ باطل ہی رہتا ہے۔ لوگوں کی کثرت اسے حق کا جامہ نہیں پہنا سکتی۔ اس لئے حق پرستوں کو باطل پرستوں کی کثرت سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ کافروں مشرکوں اور گمراہوں کی کثرت یقیناً ہلاک ہونے والی ہے ان کے مال و دولت کی فراوانی متاع قلیل ہے فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے چاہے تین سو تیرہ ہی ہوں۔

بقیہ 26

کے ناموس کی بات کرتے ہیں صحابہ کرام کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ کی صداقت' سیدنا فاروق اعظم ؓ کی عدالت' سیدنا عثمان ؓ کی سخاوت' سیدنا علی ؓ کی شجاعت اور سیدنا حسن و سیدنا حسین ؓ کی شہادت کی بات کرتے ہیں' سیدنا معاویہ ؓ کی سیاست کی بات کرتے ہیں۔ صدیقہ کائنات طیبہ طاہرہ اماں عائشہ صدیقہ ؓ کی عزت' عظمت کی بات کرتے ہیں۔ سنی حقوق کی بات کرتے ہیں تو انہیں تخریب کار کہا جاتا ہے' انہیں ملک دشمن کہا جاتا ہے اس کا ذمہ دار نہ میں کسی سربراہ مملکت کو ٹھہراتا ہوں اس کا ذمہ دار نہ میں کسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو ٹھہراتا ہوں اس بات کا ذمہ دار ہے تو صرف اور صرف سنی مسلمان ہے۔ اس لئے کہ مہاجر اپنے حقوق کے لئے جاگا ہوا ہے۔ سندھی اپنے حقوق کے لئے لڑائی لڑ رہا ہے' پنجابی اپنے حقوق کے لئے کوشاں ہے۔ اگر سنی کے حقوق کی بات کی جاتی ہے تو اسے تخریب کار۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ سنی سویا ہوا ہے' سنی جاگا ہوا نہیں' میں آپ سے عرض کروں گا کہ سنیو جاگو! سنیو جاگو! ہوش کے ناخن لو۔

قتیل سازش ابناء سبا

پیر جی عبدالعلیم رائے پوری شہید

ابوعثمان قاری محمد اشرف علی ناصر

تحریک آزادی ہند اور جہاد شاملی کے عظیم مجاہد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ محمد صالح رائپوری کے پوتے ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی و سیاسی تحریکوں کے سرپرست مسند و ارشاد کے آفتاب و ماہتاب حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز حضرت پیر جی عبداللطیف ؒ کے فرزند دلبند و جانشین حضرت پیر جی عبدالعلیم جنہیں آج مرحوم لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اتنی جلدی روٹھ کر عالم کو سدھار جائیں گے۔ شگفتہ طبیعت، منکسار، ہنس مکھ، مہمان نواز، دوستوں کے دوست چہرے پر سیاہ گھنی داڑھی چھوٹا سا قد سفید اجلا لباس سر پر رومال باندھے پیر جی عبدالعلیم جنہوں نے ایسے گھرانے میں پرورش پائی جو ہر لحاظ سے خیر و برکت سے مالا مال تھا۔ جہاں مخلوق خدا سے اچھا سلوک ہوتا بیمار روحیں آتیں اور شفا پاتیں۔ پیر جی کا بچپن ایسے ماحول میں گزرا ذرا بڑے ہوئے تو وقت کے شیخ قطب الاقطاب حضرت مولانا پیر جی عبدالعزیز رائپوری سے تعلیم حاصل کرنے لگے جو آپ کے تایا جان تھے ابتدائی کتب مولانا عبدالعزیز رائپوری سے پڑھیں پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال چلے گئے۔ وہاں آپ کو حضرت مفتی فقیر اللہ رائے پوری، مولانا محمد عبداللہ رائپوری، حضرت علامہ غلام رسول، حافظ محمد صدیق جیسے اساتذہ کرام ملے۔ غالباً ۱۹۶۱ء میں جامعہ خیرالمدارس ملتان سے دورہ حدیث شریف کیا اور واپس اپنے والد ماجد کے پاس چیچہ وطنی آگئے اور اپنے مدرسہ تجوید القرآن میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ جرنیل سپاہ صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق مدظلہ نے ابتدائی کتب آپ سے ہی پڑھیں۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں نمایاں کام سرانجام دیا۔ ۱۹۷۷ء میں اپنے والد گرامی قدر کے انتقال کے بعد مدرسہ تجوید القرآن کی نظامت کے فرائض بھی آپ کے ذمہ آن پڑے اور لوگ آپ کی طرف رجوع ہونے لگے۔ چنانچہ اپنے والد کی مسند کو سنبھالا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ کے تایا جان نے آپ کو مولانا حبیب اللہ رائے پوری کی معاونت کے لئے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا۔ آپ ایک عرصہ تک جامعہ کے ناظم اعلیٰ رہے۔ والد ماجد کی تربیت اور تایا جان کی توجہات کا اثر تھا کہ طبیعت میں بہت سادگی تھی۔ آپ کے دروازے ہر خاص و عام کے لئے کھلے رہتے تھے گھر پر ہوتے تو سارا دن دستر خوان بچھتا۔ لسی اس گھر کا خاص مشروب تھا۔ کھانے کے بعد خصوصی طور پر تیار کرایا گیا میوہ جات سے بنا ہوا گڑ ملتا کبھی کسی پر اپنی برتری کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ اس کے باوجود کہ آپ علاقہ کے زمیندار تھے۔ حضرت پیر جی عبدالعزیز اور اپنے والد ماجد کے جانشین آپ کی بیعت شاہ عبدالقادر رائپوری سے تھی۔ اپنے والد ماجد، تایا جان اور حضرت سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم مدظلہ کی طرف سے آپ کو خلافت عطا ہوئی تھی۔ چیچہ وطنی میں کسی بھی دینی تحریک میں آپ کی شمولیت کامیابی کی ضمانت ہوتی چیچہ وطنی میں سڑکوں، چوکوں کو حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے منسوب کروانا۔ مرکزی فوارہ چوک کا نام چوک شہدائے ختم نبوت رکھنا آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔

ایک دفعہ رافضیوں نے اعلان کیا کہ محرم الحرام کے جلوس مدرسہ تجوید القرآن کے سامنے سے گزاریں گے اور کہا کہ ہمارے راستے میں جو بھی آئے گا اسے ختم کردیں گے تو پیر جی شہید مدرسہ والے چوک میں ایک سادہ سی چارپائی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اب دیکھتا ہوں کون ادھر آتا ہے جب رافضیوں نے دیکھا کہ پیر جی میدان میں آگئے ہیں تو ان کو ادھر سے گزرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نے جب رافضیت کے خلاف باقاعدہ کام شروع کیا تو ان پر چیچہ وطنی میں پابندی لگ گئی پیر جی ہی تھے جو رات کی تاریکی میں کشتیوں کے ذریعے دریائے راوی پار کرا کر جلسہ گاہ میں لے آئے اور اسی طرح اپنی نگرانی میں جھنگ بھجوایا۔ پیر جی یہ سب کچھ اس لئے کر رہے تھے کہ لوگوں کے دلوں میں صحابہ ؓ کی محبت اتر جائے۔

۱۶ جنوری ۱۹۹۵ء شب برات بروز پیر نماز عشاء کے قریب پیر جی شہید اپنی رہائش گاہ میں اپنے مریدین کے حلقہ میں تشریف فرما تھے کہ پیر جی کے دوست شیخ امجد حسین پیر جی کو ملنے کے لئے آئے۔ پیر جی ان کو رخصت کرنے کے لئے گھر سے باہر کھڑے تھے کہ دو موٹر سائیکل سواروں نے ان پر کلاشنکوف سے فائر کھول دیا۔ پیر جی کے ایک گولی پیٹ اور دوسری پشت میں لگی جبکہ شیخ صاحب کے تین گولیاں کمر میں لگیں وہ موقعہ پر ہی شہید ہو گئے پیر جی کو فوراً اندر لایا گیا پانی پیا شیخ صاحب کے متعلق پوچھا پھر اسدالرحمان کے متعلق پوچھا یہ بچہ پیر جی کے پاس رہتا تھا جو آپ کے بڑے بھائی کا پوتا اور عبدالرحمان کا بیٹا ہے پیر جی کو ہسپتال لیجایا گیا راستے میں کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ہر طرف کہرام برپا ہو گیا۔ اگلے دن شہادت کی خبر چھپ گئی۔ ۱۷ جنوری بعد نماز ظہر جنازے کا اعلان ہوا۔ پورے ملک سے علماء، طلبہ، دینی کارکن، مریدین، رشتہ دار اور عوام شریک ہوئے۔

مولانا ضیاء القاسمی سپاہ صحابہ کے نائب سرپرست اعلیٰ مولانا حضرت محمد اعظم طارق مدظلہ

بقیہ صفحہ ۵۹ نمبر پر

قائد سپاہ صحابہ علامہ علی شیر حیدری کا پیغام

خیر پور (نمائندہ خلافت راشدہ) سپاہ صحابہ ضلع خیر پور کے نائب صدر مولانا خواجہ محمد اسحٰق انقلابی سے قائد سپاہ صحابہ حضرت علامہ علی شیر حیدری صاحب دامت برکاتہم سے گوجرانوالہ جیل جاکر ملاقات کی ہائی کورٹ کی اجازت سے ہونے والی اس ملاقات میں خیرپور سے قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری صاحب دامت برکاتہم کے والد محترم جناب محمد وارث صاحب بھی شریک تھے۔ دو گھنٹے کی اس ملاقات میں کارکنوں کے نام اپنے پیغام میں قائد محترم نے فرمایا کہ کارکن ہمت اور حوصلے سے اپنے مقدس مشن پر ثابت قدم رہیں گھر گھر جاکے اپنے مشن کو عام کریں اور اپنی صفوں میں اتحاد و تنظیم کو برقرار رکھیں۔ ہماری جنگ غلبہ اسلام تک جاری رہے گی۔ انشاء اللہ فتح اصحاب رسول ﷺ کے پروانوں کی ہی ہوگی۔ مقدمات ہتھکڑیاں' بیڑیاں' جیلیں اور شہادتیں حق کے راستے کے موتی ہیں یہی جنت کا راستہ ہیں یہ موتی سمیٹتے ہوئے حق والے جنت کے راستے پر گامزن رہیں گے۔ اور کفر کو لوہے کی لگام چڑھ جائیں گے۔

سپاہ صحابہ کے پرچم لہرادیے گئے

رپورٹ:۔ عبدالشکور شیخ

۱۲۔ ربیع الاول کو اہلسنت والجماعت کی جانب سے خیرپور میں ہر سال جشن صبح بہاراں کا جلوس نکلتا ہے جس میں ۱۲سنی تنظیموں کے علاوہ اہلسنت والجماعت کے قائد شیر اسلام حضرت مولانا بدرالدین پھلپوٹو صاحب کی قیادت میں سینکڑوں شہری بھی شریک ہوتے ہیں۔ حنفیہ ویلفیئر ایسو سی ایشن کی ذیلی تنظیم سیرت النبی کمیٹی کے زیر اہتمام نکلنے والے اس جشن صبح بہاراں کے جلوس میں سپاہ صحابہ کے علاوہ تنظیم اہل سنت والجماعت' جمعیت علماء اسلام' سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس' جمعیت طلباء اسلام' فاروق اعظم کمیٹی' فاروق اعظم گارڈ' الفاروق اسکاؤٹس الصدیق اسکاؤٹس' امیر معاویہ فورس' فاروقی فورس اور بزم علی' معاویہ بھائی بھائی بھی بھرپور کردار ادا کرتی ہیں۔ سپاہ صحابہ جیسا کہ ہر سال خیرپور کی اہم شاہراہوں اور چوراہوں پر اپنے بڑے بڑے پرچم نصب کرتی ہے اس سال بھی بڑے بڑے پرچم نصب کئے گئے کچہری روڈ پر خلیفہ دین محمد اینڈ عبدالمجید شیخ پیٹرول پمپ چوک جہاں پوسٹ آفس روڈ کا اختتام ہوتا ہے۔ جسے مسلمان منگر چوک کے نام سے یاد کرتے ہیں اس لئے کہ پوسٹ آفس روڈ پر واقع محلہ علی مراد کا بڑا امام باڑہ انجمن حیدری کے نام سے موجود ہے جہاں پر دو چار رافضی بیٹھ کر ہر روز لاؤڈ اسپیکر پر سرکھپاتے رہتے ہیں اور اسی امام باڑے سے مسلمانوں کو ہر سال دہشت گردی کا نشانہ بناتے ہیں دس ربیع الاول کو جب سپاہ صحابہ ضلع خیرپور کے صدر سید محمد پریل شاہ صاحب کی معیت میں چالیس کارکن سپاہ صحابہ کے پرچم نصب کرنے گئے تو شیعوں نے امام باڑے کے سامنے واقع سلطان المدارس اسکول سے فائرنگ کردی اور اپنی کلاشن کوفوں اور رائیفلوں کے منہ سپاہ صحابہ کے نہتے کارکنوں کے اوپر کھول دیئے پچیس منٹ تک ہونے والی اس فائرنگ کے دوران ڈی۔ ایس۔ پی سٹی کی نگرانی میں پولیس پارٹی پہنچ گئی۔ شیعوں نے ان پر بھی فائرنگ شروع کردی جس سے پولیس کانسٹیبل محمد ایوب کناسرو شدید زخمی ہو گیا جس پر پولیس نے بھی رافضیوں پر جوابی فائرنگ شروع کردی اور مزید پولیس منگوالی گئی۔ ڈپٹی کمشنر محمد یونس ڈاگھا اور ایس۔ایس۔پی محمد افضل ملک بھی جائے واردات پر پہنچ گئے تب کہیں جاکر دہشت گردوں نے امام باڑے اور سکول سے فائرنگ بند کی الحمد اللہ سپاہ صحابہ کے تمام ساتھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ رہے ساری رات انتظامیہ نے پولیس کی مدد سے شیعوں کے محلے علی مراد عرف توں گوٹھ اور امام باڑے کو گھیرے میں لئے رکھا تھا صبح کو جب گرفتاریاں ہوئیں تو کئی رافضی دہشت گرد پکڑے گئے جن کا سرغنہ واٹر پلیس ڈپارٹمنٹ کا ملازم بتایا جاتا ہے۔

اسی روز گیارہ ربیع الاول کو سپاہ صحابہ کے پرچم مجسٹریٹ کی نگرانی میں سپاہ صحابہ کے کارکنوں نے جلوس کی صورت میں نصب کئے۔ ۱۲ ربیع الاول کو جشن صبح بہاراں کے جلوس میں ہزاروں کے مجمع میں سپاہ صحابہ ہی کے پرچم نظر آرہے تھے اس موقع پر مولانا بدرالدین پھلپوٹو نے مطالبہ کیا کہ دہشت گردوں کو گرفتار کرکے قرار واقعی سزا دی جائے۔ مولانا علی شیر حیدری' مولانا محمد اعظم طارق کو فی الفور رہا کیا جائے۔ مولانا محمد اعظم طارق کی جانب سے قومی اسمبلی میں پیش کئے گئے۔ تحفظ ناموس صحابہ بل کو پاس کیا جائے' ایرانی مداخلت بند کی جائے اور مسلمانوں کی دل آزاری کرنے والے تمام لٹریچر کو ضبط کیا جائے۔ فاروق اعظم چوک پر خطاب کرتے ہوئے سپاہ صحابہ کے صدر سید محمد پریل شاہ نے مطالبہ کیا کہ دہشت گردی کے اڈے کو سیل کیا جائے' شرپسند دہشت گردوں کے خلاف قانونی کاروائی نہ کی گئی تو سپاہ صحابہ راست اقدام کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

انتقال پر ملال

سپاہ صحابہ سٹی پسرور کے مخلص کارکن محمد سعید صاحب کے والد گرامی قدر جناب ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب گذشتہ ماہ انتقال کرگئے ہیں۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ سپاہ صحابہ سٹی پسرور کے کارکنان وعہدیداران محمد سعید صاحب کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مرحوم کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہوئے قارئین سے بھی استدعا کرتے ہیں کہ وہ بھی مرحوم کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ پاک مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

سپاہ صحابہ تحصیل بالا راجہ (لالیاں) کے رہنما محمد یوسف شاہین کے والد محترم گزشتہ دنوں وفات پاگئے ہیں۔ قارئین سے مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی اپیل ہے۔